مسلسل اشاعت کے تینتالیس سال

بیاد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ الحق

517
رمضان، شوال ۱۴۲۹ھ
ستمبر 2008

مدیر مسئول مولانا سمیع الحق

○ موتمر المصنفین کی عظیم علمی تاریخی پیشکش ○

شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کے درسی افادات کا عظیم شاہکار

زین المحافل

شرح

الشمائل للترمذی

ضبط و ترتیب: مولانا اصلاح الدین حقانی
تحشیہ و تخریج: مولانا مفتی مختار اللہ حقانی

شمائل ترمذی کی دلنشین تشریح، خصائل نبوی پر عاشقانہ اور حکیمانہ گفتگو، علمی، ادبی اور فقہی تحقیقات، تفصیلی درسی افادات، اختلافی مسائل میں اعتدال اور قول فیصل، بعض معرکۃ الآراء مباحث پر فقیہانہ کلام، مستند حوالہ جات اور تحقیقی تعلیقات، نقدِ احادیث کے نادر مباحث کا ذخیرہ، حالاتِ حاضرہ پر انطباق اور سیر حاصل تبصرے، بعض علمی اشکالات کے محققانہ جوابات، راویانِ حدیث کے بقدرِ ضرورت مستند تذکرے۔

الغرض عشقِ رسول ﷺ کے ولولوں سے معمور تحریریں، اندازِ بیان عام فہم اور سادہ، اساتذہ، طلبہ اور عامۃ المسلمین کے لئے نادر علمی تحفہ۔ گیارہ سو صفحات پر مشتمل یہ علمی سوغات دو جلدوں میں منظر عام پر آ گئی ہے۔

قیمت -/750 روپے

ناشر:

موتمر المصنفین، دارالعلوم حقانیہ

اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ
Ph:0923-630435

5-11-08

ماہنامہ الحق کی جلد نمبر ۴۳ کا اشاریہ رمضان ۱۴۲۸ھ تا شعبان ۱۴۲۹ھ اکتوبر ۲۰۰۷ء تا ستمبر ۲۰۰۸ء

مضامین کی فہرست موضوعات کے لحاظ سے سلسلہ واران صفحات سے دی گئی ہے جو ہر صفحے کے نیچے لکھے ہوتے ہیں۔ یہ فہرست جلد کے آغاز میں لگوائی جائے ------------ مدیر ------------

نقش آغاز (راشد الحق سمیع)

ایمرجنسی کی آڑ میں مارشل لاء کا نفاذ.................. ۶۶

سوات میں حکومت کا وحشیانہ فوجی آپریشن' ایمرجنسی کے سایہ میں قومی انتخابات ایک ڈھونگ ۱۳۰

خدا سے خیر مانگو آشیاں کی.................. ۱۹۴

جمعیۃ علماء اسلام کا الیکشن سے بائیکاٹ کی وجوہات ۔۱۹۸

قومی انتخابات کے نتائج اور نئی حکومت کا قیام........ ۲۵۸

یوپ کا دوبارہ توہین رسالت کا ارتکاب اور قرآن کے خلاف شرمناک فلم۔ دین اسلام دنیا کا سب سے بڑا مذہب بن گیا' ویٹیکن سٹی کا اعتراف ۳۲۸

پیپلز پارٹی مسلم لیگ (ن) کی ڈگر پر ۴۰۲

پاکستانی علاقہ میں افواج پاکستان پر امریکی جارحیت ۴۶۷

سرحد حکومت اور عسکری قوتوں کے درمیان نئی جنگ کا انجام کیا ہوگا ؟.................. ۵۲۲

ظلم و جبر کی علامت پرویز مشرف کی شرمناک رخصتی.................. ۵۸۷

فاضل دارالعلوم حقانیہ کا ایک قابل فخر علمی و تحقیقی کارنامہ ۵۹۱

پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس کی متفقہ قرارداد خارجہ پالیسی میں تبدیلی اور ملک میں امن وامان بحال کراسکتی ہے؟ متفقہ قرارداد میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی کوششیں.................. ۶۵۵۔۶۵۷

وفیات (راشد الحق سمیع)

شیخ الحدیث حضرت مولانا حسن جانؒ کی المناک شہادت ۲

PPP کی چیئرپرسن بینظیر بھٹو کا قتل.......... ۱۹۶

آہ! حضرت نفیس شاہ صاحبؒ.................. ۲۶۰

حضرت علامہ طالب الہاشمی کی جدائی.......... ۲۶۱

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید کی رحلت.......... ۳۴۰

مولانا ضیاء الدین اصلاحی کی المناک جدائی........ ۳۴۰

حضرت مولانا انظر شاہ کشمیریؒ کی رحلت........ ۴۰۳

نامور شاعر احمد فراز کی جدائی.................. ۵۸۷

قرآنیات

آیات قرآنی کے اعجاز کے چند نمونے (ڈاکٹر عودہ خلیل الرحمٰن ۲۰۲

قرآن عظیم اور نظام کائنات' عالم طبیعی کی غیر معمولی وسعت اور خارجی زمینوں کی کثرت پر جدید اعجازی قرآنی بصائر.................. ۶۰۹۔۶۶۷

حدیث وفقہ و جدید مسائل

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال (مولانا سمیع الحق) ۴

فقہ اسلامی کے ماخذ اور ان کے قرآنی دلائل (پروفیسر محمد یونس میو)................ ۱۴۱۔۸۱

حدیث استخارہ واستنباط مسائل وفوائد (حافظ عنایت اللہ) ۱۴۸..................

بھینس کی قربانی پر ایک تحقیقی جائزہ (مولانا تسبیح اللہ حقانی)................ ۱۷۶

انسانی اعضاء کی پیوندکاری اسلام کی نظر میں (مفتی مختار اللہ)................ ۵۰۲۔۵۷۲۔۶۲۸

موبائل فون سے متعلق اہم مسائل (مولانا حذیفہ وستانوی)................ ۵۱۶

اعتکاف فضائل ومسائل (مولانا حذیفہ وستانوی)................ ۶۱۹

قرآن علم الأجنۃ اور جدید تحقیقات (ڈاکٹر نثار محمد) ۶۸۵

علماء اور دینی مدارس

شیخ احمد سرہندیؒ کے تجدیدی کارنامے (مولانا اشہد رفیق)................ ۴۳

عالمی حالات میں دینی مدارس کا کردار (بلال عبدالحیؒ)................ ۹۳

اردو زبان و ادب کے فروغ میں علمائے دیوبند کا کردار (عبدالرحمٰن) ۹۵

بحث و تحقیق

یورپ میں آزادی کا تصور (ڈاکٹر اسماء بامیلا) ۳۳
DNA تخلیقِ الٰہی کا ادنیٰ کرشمہ (انجم اقبال) ۱۶۷
نیو امریکن انٹرنیشنلزم (شفیق الاسلام) ۲۳۹
انجیل مرقس میں تحریف کی مثال (سلمان نسیم) ۲۴۹
خلیفہ کے انتخاب کا طریقہ کار (مفتی آصف محمود) ۳۸۴
علم منطق کی اہمیت وضرورت (شیخ الحدیث مغفور اللہ) ۴۳۶
تہذیبوں کے عروج وزوال میں علم کا کردار (مولانا عیسیٰ منصوری) ۵۶۱

اصلاح وارشاد' دعوت و تبلیغ

تربیت اولاد اور اسوۂ رسول اکرمؐ (حضرت مولانا انوار الحق) ۸_۶۹
سب سے یقینی حقیقت کی طرف سے غفلت (شمس الحق ندوی) ۱۱۸
حج ایک سراپا عشق وعبادت (مولانا حسین احمد مدنی) ۱۳۲
خواتین' کمسن بچوں اور ضعفاء پر رحمت وشفقت (مولانا انوار الحق) ۱۳۵
اسلام کی عائلی تعلیمات اور رفیقہ حیات کا انتخاب (مولانا انوار الحق) ۲۰۵
اسلام میں خاندان کا تصور ماں بچے کی صحت (شکیل اختر) ۲۲۹
تیرے غضب سے تیری رحمت کی پناہ (اوریا مقبول جان) ۲۴۷
بہترین استاد کی خوبیاں اور ذمہ داریاں (مولانا انور الحق) ۳۵۷
خاندان کے سربراہ کی ذمہ داریاں (〃 〃) ۴۲۱
تربیت اولاد کا اہتمام' صدقہ جاریہ والے اعمال اور جوابدہی کے سرحلے ۴۸۷_۵۴۴
ذرائع ابلاغ کے فکر اسلامی پر ہلاکت خیز حملے اور اسکے تباہ کن اثرات (مولانا محمد زاہد بن عبدالخالق ندوی) ۴۹۵
رمضان فضائل وبرکات اور حکمتیں (شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ) ۵۹۲
وقت کا احساس (سید بلال عبدالحیٔ حسن ندوی) ۶۴۱
روشن خیالی یا احساس کمتری (ابن فضل حقانی) ۶۴۳
مکافاتِ عمل اور صدقات جاریہ (مولانا انوار الحق) ۶۷۷
گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی (ڈاکٹر انور زیب) ۶۹۹

ادب - تاریخ - علماء وشخصیات وسفرنامہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حسن جان شہیدؒ (مولانا عرفان الحق) ۱۵
دار العلوم حقانیہ سے میرا تعلق (مولانا حسن جان شہیدؒ) ۲۳
حضرت عثمان غنیؓ بطور نائب رسول اللہؐ (پروفیسر محمد طاہر) ۳۹
مولانا سمیع الحق اور مولانا حسن جان شہیدؒ کا سفر زاہدان (حافظ عرفان الحق) ۵۱_۱۱۰_۱۸۳
حضرت میاں صاحب غلجوؒ (میاں بادشاہ گل) ۱۰۸
قرن اول میں خواتین اور طبی خدمات (فیض الدین عثمان) ۱۵۹
ہدیہ تبریک (مولانا محمد ابراہیم فانی) ۲۹۵
حرمین شریفین میں میری پہلی حاضری (مولانا سمیع الحق) ۲۹۷_۳۴۲_۴۰۶_۴۶۹_۵۲۴_۵۹۹_۶۵۸
دار المصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ اور مولانا ضیاء الدین اصلاحی مرحوم 'تعارف وخدمات (محمد بلال اعجاز) ۳۷۲_۴۴۹
تازہ ہر عہد میں ہے قصہ فرعون وکلیم (ڈاکٹر زاہد منیر عامر) ۳۸۰
شیخ الحدیث مولانا انظر شاہ کشمیریؒ کا شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اور مولانا سمیع الحق مدظلہ کے ساتھ عقیدت وتعلق خاطر مکاتب کے آئینہ میں (مولانا عرفان الحق) ۴۲۷

سوانحی خاکہ شیخ الحدیث التفسیر مولانا فضل واحد (مولانا فضل وہاب)........۴۴۷
شیخ الحدیث مولانا جلال الخالق سابق استاد جامعہ دارالعلوم حقانیہ (مولانا عرفان الحق)........۶۳۶

ملکی صورتحال

پاکستان کے نیوکلیئر اثاثہ جات کو تباہ کرنے کا امریکی منصوبہ (قاضی رحمت اللہ)........۲۵
صوبہ سرحد میں نجی سودی قرضوں کے امتناع کا قانون (اکرام اللہ شاہد)........۲۹
پاکستان صیہونیت کے شکنجہ میں (مولانا عیسیٰ منصوری)........۷۶
سینٹ میں مولانا سمیع الحق کا خطاب........۲۶۲

سائنس اور اسلام

قرآن وحدیث کی روشنی میں وقوع قیامت اور سائنسدانوں کے ہفوات واوہام (مولانا محمد حذیفہ)۲۱۲

مغرب بمقابلہ اسلام صلیبی دہشتگردی اور عالم اسلام

مسلمانوں کیخلاف سازشیں اوردوہرامعیار (مولانا انیس احمد)........۲۲۳
چرچ آف انگلینڈ کے سربراہ کی اسلامی قوانین کے بارے میں حق گوئی (مولانا محمد عیسی منصوری)........۳۶۵
مغرب کی دہشت گردی (محمد وثیق ندوی)........۳۹۲
امت کے فرقہ وارانہ ہم آہنگی کیلئے سترہ نکاتی میثاق وحدت (ادارہ)........۴۰۴
مغربی میڈیا اورعالم اسلام کی صورتحال (محمد اسلام حقانی)........۴۵۹
اسلام کے بارہ میں مغربی ممالک کا متعصبانہ رویہ (قاری محمد طاہر)........۵۱۳
مسلم امہ کا احیاء اور اسلامی معاشرے کی تشکیل کیسے! (حافظ حقانی میاں قادری)........۵۶۸
یہودی مدارس میں عسکریت کی تعلیم (مولانا سعید احمد جلال پوری)........۶۹۵
مسلم مخالف مغربی تحریکات اور مسلمان (مولانا وارث مظہری)........۷۰۲

افکار و تاثرات

قارئین بنام مدیر........۶۰۔۳۳۱۔۵۲۴
اساتذہ پرایم ایم اے حکومت کے مظالم........۱۲۲
سفرنامہ حرمین شریفین اور قارئین کے احساسات (مولانا مفتی فضیل الرحمن' انڈیا' جناب طلعت محمود' مولانا عبدالقادر' اکبر رحمن)........۷۰۸

دارالعلوم کے شب و روز

دارالعلوم کے نئے تعلیمی سال کا آغاز۔ حضرت مہتمم صاحب کا سفرحرمین...... (شفیق الدین فاروقی)۔۱۲۴
NBC نیوز کی ٹیم کا مولانا سے تفصیلی انٹرویو۔ ترکی ٹی وی اور فرانسیسی اخبار کے نمائندوں کی آمد۔ جاپانی ٹی وی کے بیورو چیف کی آمد۔ علامہ ابوبکر مجددی کی آمد۔ دارالعلوم کے مخلصین کو صدمات........۱۲۵۔۱۲۶
دارالعلوم کے کتبخانہ کی منتقلی۔ سویڈن کے صحافیوں کی آمد۔ عرب امارت کے صحافیوں اور مغربی سفارتکاروں کی آمد۔ حضرت مہتمم صاحب کے پوتے اور مولانا راشد الحق کے بیٹے کی پیدائش........۱۹۰
مغربی میڈیا کے نمائندوں کی دارالعلوم آمد۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کا تعزیت کے لئے لوڈیرہ کا سفر' دارالعلوم کے اساتذہ کرام کا سفرحج........۲۵۴
زین المحافل شرح شمائل کی تقریب رونمائی۔ زین المحافل شرح شمائل کی تقریب کا آنکھوں دیکھا حال........۲۶۴۔۲۶۵
حضرت مولانا سمیع الحق کا دورۂ جنوبی افریقہ وسری لنکا........۲۳۲

دارالعلوم کے ششماہی امتحانات کا انعقاد۔الحاج محمد وارث مرحوم وحافظ سید نور بادشاہ مرحوم کی زوجہ‘ مولانا نسیم حقانی کے والد‘ چچا اور میاں حضرات بادشاہ کی والدہ کی وفات ۔مغربی دانشوروں کی آمد..........۳۳۳

ایرانی اعلیٰ سطحی‘ وفد کی دارالعلوم آمد۔سول سروسز اکیڈمی لاہور ۳۵ ویں کامن ٹریننگ پروگرام کے افسران کی دارالعلوم آمد۔الرحمٰن فاؤنڈیشن کے وفد کی دارالعلوم آمد۔دارالعلوم میں علماء کرام کی آمد۔بین الاقوامی میڈیا کی دارالعلوم آمد۔دارالعلوم کے سابق مدرس حضرت مولانا فضل الٰہی شاد منصوری کی اہلیہ کی وفات‘ اکرام اللہ شاہد کی والدہ کی وفات۔حضرت مولانا فضل واحد صاحب کی وفات۔دارالعلوم کے مخلص ڈاکٹر فضل عظیم صاحب کی رحلت..........۳۹۶_۳۹۷_۳۹۸

جامعہ حقانیہ سال ۲۰۰۸_۱۴۲۹ھ کے وسطانی امتحان میں نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے طلباء اور تقریب تقسیم انعامات۔کینیڈین نومسلم خاتون کی دارالعلوم آمد‘ حضرت مہتمم صاحب کے اسفار‘ دارالعلوم کے استاد مولانا عبدالحلیم دیربابا کی اہلیہ کی وفات..........۴۶۴_۴۶۵

دارالعلوم کے مجلس شوریٰ کا اہم اجلاس۔ ہالینڈ‘ جرمنی‘ امریکہ وغیرہ کے صحافیوں اور سکالروں کی حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ سے ملاقاتیں......۵۲۶

الجزیرہ ٹی وی چینل کے ڈائریکٹر کی دارالعلوم آمد۔نائب مہتمم کی وفاق المدارس پاکستان کے اجلاس میں شرکت۔دارالعلوم کا ماہانہ جائزہ۔ دارالعلوم کے نئے کمپیوٹر سیکشن کا آغاز..........۵۲۷

دارالعلوم کی جلسہ دستار بندی و تقریب ختم بخاری شریف۔ دارالعلوم کے سالانہ امتحانات کا انعقاد۔دارالعلوم کے نئے احاطہ امام بخاری کا سنگ بنیاد..........۵۸۰

ملک کے مدارس دینیہ کے اختتامی تقریبات اور اساتذہ دارالعلوم کی مصروفیات۔ جمعیت علماء اسلام کی صوبائی مجلس عاملہ کا اجلاس۔ حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کا سفر جنوبی ویت نام‘ آذربائیجان‘ ترکی۔دارالعلوم میں دانشوروں کی آمد..........۵۸۱

حضرت مولانا عبدالمعید باچا صاحب بام خیل کا سانحہ ارتحال۔دارالعلوم کے مخلصین کی وفیات..........۶۴۵

دارالعلوم کے نئے تعلیمی سال ۳۰_۱۴۲۹ھ/۹/۲۰۰۸ء کے داخلوں کا شیڈول..........۵۸۲_۶۴۶

دارالعلوم کے نئے تعلیمی سال کا آغاز وافتتاحی تقریب۔ دارالعلوم کے مخلصین کو صدمات..........۷۱۱

تبصرہ کتب

المصنفات فی الحدیث (مولانا محمد زمان)..........۶۳

زاد الفقیر (مولانا امین الحق)..........۶۴

الشرح الکشمیری علی المختصر للقدوری (مولانا تمیز الدین قاسمی)..........۱۲۷

جدید سائنس وطبی مسائل‘ شریعت کی روشنی میں (مفتی شوکت اللہ حقانی)..........۱۲۸

تنشیط الاحوذی شرح جامع ترمذی (مولانا نور الہدیٰ)..........۱۹۱

پاک وہند کے نامور علماء ومشائخ (مفتی عبدالشکور)..........۱۹۱

مفاتیح الابواب (مولانا محمد یوسف)..........۱۹۲

قرآن کے دو باب (مولانا عتیق الرحمٰن)..........۲۵۵

ادبی ڈائری (مولانا گل شیر حقانی)..........۲۵۶

فتاویٰ دارالعلوم زکریا (مفتی رضاء الحق)..........۳۳۴

بصائر الفرقان فی تفسیر آیات القرآن (میجر (ر) میر افضل خان)..........۳۹۹

پیغام سالنامہ لاہور مدیر اعلیٰ (ابومحمد ثناء اللہ سعد)..........۴۰۰

دروس مسلم فی تقریر مقدمہ مسلم (شیخ الحدیث مولانا مغفور اللہ)..........۵۲۸

اتباع سنت اور مذہب حنفیت (مفتی غلام قادر نعمانی)۵۲۹

برصغیر میں قرآن فہمی کا تنقیدی جائزہ (ڈاکٹر محمد حبیب اللہ قاضی چترالی)..........۵۸۳

سبد گل (خاکے)........(محمد عبدالمغیث شاکر علمی)۵۸۴

اسلام کا نظام سیاست وحکومت (مولانا عبدالباقی حقانی)..........۶۴۷

گلہائے رنگ رنگ (محمد عمر حیات الحسینی بوسن)..........۷۱۲

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ

الحق

اکوڑہ خٹک

جلد نمبر ۔۔۔۔ 43

شمارہ نمبر ۔۔۔۔ 12

رمضان، شوال ۔۔ ۱۴۲۹ھ

ستمبر ۔۔۔۔ ۲۰۰۸ء

مدیر	نگران	مدیر اعلیٰ
حافظ راشد الحق سمیع حقانی	حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ	حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس کی متفقہ قرارداد خارجہ پالیسی میں تبدیلی اور ملک میں امن و امان بحال کراسکتی ہے؟ متفقہ قرارداد میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی کوششیں ...... راشد الحق سمیع ۲

حرمین الشریفین میں پینتالیس سال قبل میری پہلی حاضری۔ (۷) مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ ۵

قرآن عظیم کی آفاقیت اور اس کا فلسفہ کائنات .... مولانا سعید الرحمن ندوی ۱۴

مکافات عمل اور صدقات جاریہ .... مولانا حافظ انوار الحق صاحب ۲۴

قرآن علم الأجنۃ اور جدید تحقیقات (جنین میں روح کا پھونکنا) .... جناب ڈاکٹر نثار محمد ۳۲

یہودی مدارس میں عسکریت کی تعلیم .... مولانا سعید احمد جلال پوری ۴۱

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی .... جناب ڈاکٹر انور زیب ۴۶

مسلم مخالف مغربی تحریکات اور مسلمان .... مولانا وارث مظہری ۴۹

افکار و تاثرات (مولانا مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی' انڈیا۔ جناب طلعت محمود' راولپنڈی۔ مولانا عبدالقادر حقانی' جنوبی وزیرستان۔ مولانا اکبر رحمان' الپوری شانگلہ) .... ادارہ ۵۵

دارالعلوم کے شب و روز .... جناب شفیق الدین فاروقی ۵۸

تعارف تبصرہ کتب .... ادارہ ۵۹

نوٹ: رسالہ کی اشاعت میں تاخیر جامعہ کی سالانہ تعطیلات اور بجلی کی ظالمانہ لوڈشیڈنگ کے باعث ہوئی' اس تاخیر پر قارئین سے معذرت خواہ ہیں۔ (ادارہ)

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار حضرات کے خیالات و آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان ۔ فون نمبر 630435-630340(0923)

ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com

سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/20 روپے سالانہ -/200' بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر

کمپوزنگ: بابر حنیف

ناشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک' منظور عام پریس پشاور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نقش آغاز راشد الحق سمیع حقانی

پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس کی متفقہ قرارداد

خارجہ پالیسی میں تبدیلی اور ملک میں امن وامان بحال کراسکتی ہے؟

بدقسمت ارض وطن کا چپہ چپہ آگ وخون سے ان دنوں جھلسا ہوا اور پژمردہ ہے۔ بستیاں، وادیاں اور شہر قتل وغارتگری اور بدامنی کے وہ مناظر پیش کررہے ہیں کہ الامان والحفیظ اس گلشن کی بربادی اور ویرانی میں دشمنوں سے زیادہ اپنے غدار حکمرانوں کا عمل دخل رہا ہے، کیونکہ انہی مفاد پرست عناصر اور ملک وملت کے مجرموں نے پرائی جنگ کو اپنے جنت نما آنگن میں زبردستی آدھکیلا ہے۔ ۹/۱۱ کے بعد پرویز مشرف نے جب امریکی خواہش اور دھمکی پر خارجہ پالیسی کے بارے میں یوٹرن لیا تو اس وقت پوری قوم اور اس کے بہی خواہوں نے خارجہ پالیسی کے نتیجہ میں آنے والے خطرناک نتائج اور مضمرات سے ہر چند انہیں آگاہ کرنے کی مقدور بھر کوششیں کیں لیکن اس غدارِ ملت، کورچشم اور تنگِ وطن پر اس کا کوئی اثر نہ ہوا اگر کچھ اثر ہوا تو وہ ملک وملت کے حالات ومستقبل پر۔ آج صورتحال یہ ہے کہ پاکستانی بھائی اپنے ہی بھائیوں سے گاؤں گاؤں شہر شہر اور خصوصاً سوات اور قبائلی علاقوں میں دوبدو کی جنگ میں جتے ہوئے ہیں۔ ستم بالائے ستم یہ ہے کہ پاکستانی فوج نے باجوڑ اور سوات میں ان دو ماہ میں اس قدر خطرناک اور پے درپے بمباری کی ہے کہ اتنی بمباری امریکہ اور بھارت نے بھی پاکستانی علاقوں میں اس سے پہلے نہ کی ہوگی۔ کیا امن یوں بحال کیا جاتا ہے؟ اور حالات، فوجوں اور طاقت کے ذریعے کنٹرول کیا جاسکتا ہے؟ اغیار کی سازشوں اور خصوصاً امریکی تھنک ٹینکس کے منصوبوں کے عین مطابق پاکستان میں کامیاب خانہ جنگی کی بنیاد ڈال دی گئی ہے۔ اب موجودہ حکومت پرویز مشرف سے بھی دو ہاتھ بڑھ کر قبائلی علاقوں میں طالبان کے خلاف لشکرکشی کے سارے انتظامات مکمل کرچکی ہے۔ اب قبائل کے درمیان گھر گھر اور قبیلہ قبیلہ صدیوں تک یہ آگ پھیلتی رہے گی۔ اور بھائی کو بھائی کے خلاف امریکی مفادات کی بھٹی میں جھونکا اور ہانکا جارہا ہے۔ لیکن اس پالیسی کے جو خوفناک نتائج کچھ عرصہ بعد سامنے آئیں گے تو حکمرانوں کو پھر ایسے بدترین حالات کا سامنا کرنا پڑے گا کہ تاریخ میں اس کی مثال مشکل سے ملے گی۔ تادم تحریر ان علاقوں سے ظلم وبربریت اور قتل وغارت گری کی خبریں ہر دم آرہی ہیں۔ تدبر وحکمت، اور عقل وشعور کا دور دور تک اقتدار کے ایوانوں میں کہیں سراغ نہیں ملتا۔ افراتفری، نااہلی اور بدانتظامی کی ایسی ایسی مثالیں آئے روز سامنے آرہی ہیں کہ پاکستانی قوم اس پر ششدر ہوکر رہ گئی ہے۔ ع ناطقہ سربہ گریباں ہے اسے کیا کہیے

اس نازک صورتحال پر کئی سیاسی جماعتوں اور مختلف عوامی حلقوں سے کافی عرصہ سے یہ مطالبہ سامنے آرہا تھا

کہ خارجہ پالیسی کا جائزہ لینے اور موجودہ نازک صورتحال پر پارلیمنٹ کا مشترکہ اجلاس بلایا جائے اور اس میں مل بیٹھ کر ان تمام پہلوؤں کا جائزہ لیا جائے اور خارجہ پالیسی پر کھل کر بحث کی جائے کہ آیا یہ پاکستان کے مفاد میں ہے یا اسے تبدیل کیا جائے۔ آخر دو ہفتے قبل پارلیمنٹ کا مشترکہ اجلاس بلایا گیا' اور جس میں اکثر عوامی نمائندگان نے کھل کر خارجہ پالیسی اور سابقہ حکومت کی غلامانہ اور عاقبت نااندیشانہ پالیسیوں کو کھل کر مسترد کر دیا۔ اور موجودہ حکومت پر پارلیمان کے اکثر ممبران اور سیاسی جماعتوں کا یہ دباؤ سامنے آیا کہ پاکستانی قوم کو مزید اس آگ و بارود کے کھیل سے دور رکھا جائے کیونکہ پاکستان کی سابقہ خارجہ پالیسی نے ملک وملت کو دیا ہی کیا ہے؟ ملک امن وامان کی بگڑتی صورتحال کے لحاظ سے دنیا کا خطرناک ترین ملک بن گیا ہے اور خانہ جنگی اور خودکش حملوں کے خوف نے سولہ کروڑ عوام کو نیم پاگل بنا دیا ہے۔ اس کے علاوہ سیاسی عدمِ استحکام نے بھی پاکستان کی موجودہ انتظامی ڈھانچے کو تباہی کے کنارے پر پہنچا دیا ہے۔ پھر سب سے بڑھ کر معاشی واقتصادی لحاظ سے پاکستان نادہندہ اور ایک ناکام ریاست بننے کے بالکل قریب پہنچ گیا ہے۔ یہ سب ''ثمرات'' پرویز مشرف اور موجودہ حکمرانوں کی امریکی نواز خارجہ پالیسیوں کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

پارلیمنٹ کے اس طویل اجلاس کے آخر میں ایک خصوصی کمیٹی بنائی گئی جس میں مختلف سیاسی جماعتوں کے سربراہوں اور زعماء نے اس میں بھرپور شرکت کی۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ بھی اس کمیٹی کے اہم رکن تھے' آپ نے دس اہم ترین نکات کو متفقہ قرارداد میں پیش کیا۔ یہ امر خوش آئند ہے کہ متفقہ قرارداد میں آپ کے کئی اہم نکات اس قرارداد کا حصہ بن گئے ہیں مثلاً ملک کی خارجہ پالیسی کا ازسرِنو جائزہ وتبدیلی' سرحدات میں کسی غیر کی مداخلت نہ کرنے کا اعلان' تمام فریقین سے مذاکرات اور فوج کی مرحلہ وار قبائل اور متاثرہ علاقوں سے واپسی اور نام نہاد و نامعلوم خطرناک افراد کے بارہ میں طالبان اور طالبانائزیشن کا لفظ قرارداد میں استعمال نہ کیا جائے اور اسی طرح امریکہ کی خودساختہ دہشت گردی وانتہاپسندی کی اصطلاحوں سے بھی احتراز کیا جائے۔ الحمدللہ کہ قرارداد میں ایسی اصطلاحات سے اجتناب کیا گیا۔ اس قرارداد کے ذریعے خارجہ پالیسی میں بنیادی تبدیلیاں کرنے کو کہا گیا ہے' اور قبائلی علاقوں سے افواج کی واپسی کی بات بھی انتہائی اہم ہے۔ اگر افواج وہاں سے واپس ہوئیں تو ان شاء اللہ ان علاقوں میں بپا شورش کنٹرول کرنے میں بڑی مدد مل سکے گی۔ اس کے علاوہ تحریک طالبان پاکستان سے مذاکرات کا اعلان ایک اہم بریک تھرو ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ سب سے اہم نکتہ ہے' اگر طالبان سے دوبارہ مذاکرات خلوص نیت سے شروع کئے گئے تو کوئی وجہ نہیں کہ امن کی وہ فاختہ جواب عنقا کی شکل اختیار کر گئی ہے اسے دوبارہ شاخِ امید اور فرداِ مستقبل کے دوش پر دیکھا جاسکتا ہے۔ خدا کرے کہ سولہ کروڑ کی نمائندہ پارلیمنٹ کی یہ آواز حکمرانوں کے دلوں اور دماغوں تک پہنچ سکے۔

اگرچہ امریکی حکام دوران اجلاس اسلام آباد میں براجمان رہے اور حکمرانوں کی گردن پر پاؤں رکھ کر انہیں اس متفقہ قرارداد سے باز رکھنے کی کوششیں کرتے رہے۔ لیکن الحمدللہ کچھ نہ کچھ تو اس قرارداد میں سامنے آ ہی گیا۔ اگرچہ آنا تو بہت کچھ چاہیے تھا لیکن اسے نہ آنے دیا گیا کیونکہ مادیت کے پتلوں' متاعِ ایمانِ کامل سے خالی اور مفادات کے

غلاموں کی نظریں حقیقی آقا کے بجائے امریکی آقاؤں کی جیبوں اور ماتھے کی شکنوں پر تھیں۔ اسلئے کھل کر بغاوت کا اظہار نہ کیا گیا' اب خدا سے یہی التجاودعا ہے کہ موجودہ حکمرانوں کو وہ عقل وشعور فراہم کرے کہ وہ ملک کی ڈوبتی ناؤ کو حالات کی گردش اور امریکی بھنور کی سازشوں سے بحفاظت نکال کر ساحل مراد تک پہنچا سکے کہ اب ملک وملت مزید بحرانوں اور امریکی غلامی کا تحمل نہیں کر سکتے۔ قوم سے بھی یہی التجا ہے کہ وہ جمود کو توڑے' خوئے غلامی کو چھوڑے اور اپنی آزادی کا چراغ بادِ صرصر کے باوجود روشن وجاویداں رکھنے کی کوشش کرے۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ''پاکستان'' والو　　تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس کی متفقہ قرارداد میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کی کوششیں

جمعیت علماء اسلام کے سربراہ وسینٹر مولانا سمیع الحق صاحب نے دارالعلوم کے نئے تعلیمی سال کے افتتاحی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ پارلیمنٹ کے اِن کیمرہ اجلاس میں منظور شدہ قرارداد کیلئے ہم نے حتی الوسع بھرپور کوششیں کیں کہ ملک وقوم کے جذبات کی زیادہ سے زیادہ ترجمانی کی جائے۔ مَیں نے کمیٹی میں جمعیت علماء اسلام کی طرف سے دس نکات پر مشتمل بنیادی تجاویز پیش کیں۔ جسے پوری کمیٹی نے سراہا۔ ملک کی خارجہ پالیسی کا ازسرِ نو جائزہ سرحدات میں کسی کی مداخلت برداشت نہ کرنے کا اعلان' تمام فریقین سے مذاکرات اور فوج کی مرحلہ وار واپسی کی شکل میں میری کئی اہم تجاویز شامل کی گئیں ہیں۔ مولانا مدظلہ نے فرمایا کہ نام نہاد و نامعلوم افراد کے بارہ میں ہرگز طالبان اور طالبانائزیشن کا لفظ قرارداد میں استعمال نہ کیا جائے۔ اور امریکہ کی خود ساختہ دہشتگردی کی اصطلاح سے بھی احتراز کیا جائے۔ الحمدللہ کہ قرارداد میں ایسی اصطلاحات سے احتراز کیا گیا۔ البتہ امریکی پالیسیوں سے یکسر لاتعلقی اور پرویز مشرف کی جاری پالیسیوں کی مذمت اور عالمی اتحاد کے نام نہاد جنگ سے دوٹوک دستبرداری کے بارے میں میری اور دوسرے بعض ارکان کی کوششیں بارآور نہ ہوسکیں' جو موجودہ حالات میں حکومت کیلئے شاید ممکن نہ ہو۔ مگر مجموعی طور پر قرارداد میں پالیسیوں کے تسلسل کی راہ میں رکاوٹیں پیدا کی گئی ہیں۔ خارجہ پالیسی کو تبدیلی کے رخ پر ڈال دیا گیا ہے۔ مولانا مدظلہ نے مزید فرمایا کہ اب ہماری پوری توجہ اور دباؤ قرارداد کے عمل درآمد کے تنفیذ پر ہوگی اور اگر اس سے انحراف ہوتا ہے تو ملک کو امریکی تسلط اور غلامی سے بچانے کیلئے ہمارے لئے تمام راستے کھلے ہیں اور ہم 16 کروڑ عوام کے پاس جاکر انہیں اپنے ملک کی آزادی کی حفاظت کیلئے اٹھانے سے کوئی دریغ نہ کرینگے۔ مولانا مدظلہ نے فرمایا کہ قومی سلامتی کی پارلیمانی کمیٹی اور ایوان پر ہم نے واضح کردیا ہے کہ ملک کی تباہی اور بربادی کی ساری بنیاد ملک پر امریکی پالیسیوں کا تسلط ہے اور دہشتگردی کی ساری شکلیں اس خرابی کا سہارا لے کر تباہی میں لگی ہوئی ہیں' جب تک اس کی جڑ نہ کاٹی جائے ملک میں امن قائم نہیں ہوسکتا۔ مولانا مدظلہ نے طلباء پر زور دیا کہ وہ اپنے آپکو جدید علوم سے لیس ہوکر عصر حاضر کے چیلنجوں کے مقابلہ کیلئے تیار ہوجائیں' اس وقت پوری کفری دنیا کا ٹارگٹ علماء' طلباء اور مدارس دینیہ ہیں۔

قسط نمبر (۷)　　رشحاتِ قلم: شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

حرمین الشریفین میں میری پہلی حاضری

پینتالیس سال قبل سفر حج کے احوال و مشاہدات لکھی گئی ڈائری کے اوراق

وصال محبوبؐ کے صبح و شام : شہر محبوبؐ کو الوداع

پینتالیس سال قبل میری پہلی حرمین الشریفین حاضری کے سلسلہ میں مارچ کے شمارہ میں حرمین الشریفین سے میرے بھیجے ہوئے خطوط اور جواب میں حضرت والد ماجد قدس سرہ کے والا نامے شائع ہوئے ہیں جس سے قیام حرمین کے حالات پر اجمالی روشنی پڑتی ہے۔ قارئین نے اسے بے حد پسند کیا' سفر کے دوران ایک چھوٹی سی جیبی ڈائری میں ضروری حالات روزنامچہ کی شکل میں نوٹ کرتا رہا مگر وہ ڈائری تلاش کے باوجود نہیں مل رہی تھی' مارچ کے شمارہ میں سفر حج کی مراسلاتی رپورٹ پڑھ کر کسی اللہ کے بندہ کی دعا قبول ہوئی اور گمشدہ ڈائری کاغذوں کے انبار سے مل گئی اور آج الحمدللہ اس ڈائری کے نوٹس نذر قارئین کئے جارہے ہیں۔ واضح رہے کہ اس وقت ۲۴۔۲۵ سال کے عمر میں احساسات میں نہ وہ پختگی تھی نہ تاثرات میں گہرائی جبکہ تحریر کا بھی کوئی تجربہ نہیں تھا نہ اس کی اشاعت کا تصور تھا' ڈائری کے ایک ہی صفحہ پر یادداشت کو محدود کرنا پڑتا' پینتالیس سال کے بعد اب وہ نقشے بدل گئے اصاغر' اکابر اور اکابر اپنے وقت کے آئمہ رشد وہدایت بن گئے ہیں' وسائل انتہائی محدود اور سہولتیں عنقا تھیں مگر میں انہی نقوش اور مناظر کو تقریباً نصف صدی بعد اپنے قارئین کو دکھانا چاہتا ہوں اس لئے ڈائری میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ حک و اضافہ اور ترمیم کئے بغیر اصل شکل میں پیش ہے۔ کسی ضروری تشریح اور توضیح کو حاشیہ میں رکھا گیا ہے۔ [(مولانا) سمیع الحق]

__۱۳ر مارچ بروز پیر__

__الوداع مدینۃ طیبہ الفراق شہر حبیب:__ مدینہ سے کل شام رخت سفر باندھ لیا تھا مگر قدرت نے شام فراق شب وصال سے بدل دی' اور رات محبوبؐ کے شہر میں گزری مگر آج بالآخر وہ روح فرسا گھڑی آپہونچی کہ شام فراق کی جگہ صبح فراق نے لے لی۔ مدینہ طیبہ سے باچشم پرنم روانگی کا وقت آیا' راحت وسکون طمانیت قلب اور سکینت روح و جان کے یہ ڈیڑھ ماہ ایسے گزرے کہ جیسا دارالسلام جنت الخلد کا نقشہ قرآن کریم نے جابجا کھینچا ہے' میری وارفتگی اور سرشاری کا بارہا ایسا عالم رہا کہ مدینہ طیبہ کی موت اور جنت البقیع کی برزخی زندگی کو جنت کا یقینی پروانہ سمجھ کر بھی جنت کے تصور کے ساتھ خیال آجاتا کہ جنت کے روح وریحان لامتناہی نعمتوں اور نعیماً وملکاً کبیراً ___ سب کچھ اپنی جگہ مگر جنت میں تو مدینہ طیبہ اور مسجد نبوی اپنے بہاروں کے ساتھ نہیں ہوگا نہ روضۃ من ریاض الجنۃ اور نہ اس کے ساتھ پیوست

مواجھۃ الرسول علی صاحبھا الف الف صلوۃ وتحیۃ نہ مسجد نبوی کے قرآن وسنت کے پرنور حلقہ ہائے درس تو اس جنت میں ایک گونہ تشنگی محسوس کرنے لگتا ـــــ اگرچہ ایسے غیر اختیاری دلی واردات دنیائے عشق و سرمستی کے جذب و کیف کا نتیجہ ہوتے ہیں اور اسے ع عاشقان را مذہب وملت جدا است کی بناء پر عقل وخرد کے پیمانوں سے نہیں تولنا چاہیے جنت میں تو رب کریم کے دیدار اور شفیع محشرؐ کے ہاتھوں جام کوثر کے ساتھ اس کی شفاعت کی نعمتیں بھی ہوں گی، مگر دل بہرحال جنت موعود کا امیدوار بن کر اس جنت موجود کو کسی طرح چھوڑنے پر تیار نہیں ہو رہا تھا۔

بقول شاعر اللہ ایسے جذب محبت کو کیا کروں رگ رگ کو جس نے درد بھرا دل بنا دیا

آج جاتے وقت مدینہ طیبہ کے وہ لمحات پوری شدت سے ایک ایک کر کے دل کے دامن تار تار سے الجھتے جا رہے تھے، جن کا نقشہ میرے جذبات واحساسات کے محبوب ترجمان اور دنیائے علم ومعرفت کے مجذوب دانائے راز علامہ سید مناظر احسن گیلانی نے بڑے خوبصورت انداز میں ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

''بجلی کی طرح دل پر واردات گزرتے رہتے، سچی بات تو یہی ہے کہ ہر طرف یہاں بجلی ہی بجلی برق ہی برق نور ہی نور تھا، صرف روشنی تھی تاریکی کا نام نہ تھا صرف سکون تھا، بے چینی کا پتہ نہ تھا صرف محبت تھی، محبت ہی محبت کا چشمہ فوارے کی طرح اچھل رہا تھا، ابل رہا تھا، صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہ وسلم ـــ اور اسی مسجد نبوی کا ایک اور منظر۔

جسوقت مواجھۃ مبارک (جہاں امتی اپنے غمگسار نبی کے چہرہ انور کے سامنے ہدیہ صلوۃ وسلام پیش کرتے ہیں) میں ہندی جاوی شامی مغربی ایشیاء، افریقی گورے کالے لال پیلے اونچے اونچے قد والے اور چھوٹی قامت رکھنے والے طرح طرح کے لوگ رجوع کرتے، سلام کرتے ہیں اچانک اپنے خیال کے سامنے حشر کا میدان آجاتا، وہی میدان جہاں بکھرے ہوئے پتنگوں کی طرح آدم کی اولاد ماری ماری پھر رہی، اور رب العالمین کے رسولؐ پر ایمان لانے والی امت اپنے رسول کو ڈھونڈے گی اور پائیگی، ایک ہلکا سا نقشہ اس میدان کا سامنے تھا اور دیر تک اس نظارے میں غرق رہتا۔

اس مجذوب مناظر احسن گیلانی نے اپنے سفر حج میں بحری جہاز کے عرشے پر بارگاہ رسالت میں پیش کرنے کیلئے امت کی زبوں حالی، کسمپرسی اسلام کی غربت اور غیروں کی طرف سے مسلمانوں پر یلغار کا ''عرض احسن'' کے نام سے جو المناک نقشہ اپنے منظوم کلام میں پیش کیا ہے وہ درحقیقت نہ صرف مجھ جیسے گنہگار اور نافرمان امتی بلکہ پورے امت مسلمہ کے جذبات واحساسات اور حقائق کی ترجمانی ہے۔ یہ ماتم ہے مرثیہ ہے، درد وکرب کی صدائیں ہیں، التجاء اور التماس ہے، حضور اقدسؐ کے جذبات ترحم اور خداوند کریم کے توجہات رحمت کو انگیخت کرنے کی ایک شاہکار ہے، قیام مدینہ میں جب بھی دل بھر آتا، بارگاہ رسولؐ میں اسکے پڑھنے سے بوجھ ہلکا ہو جاتا دل چاہتا ہے کہ اس سفرنامہ کے قارئین بھی اسی نوے سال قبل کے اس دردناک منظرنامہ میں اپنی اور امت کی موجودہ تصویر دیکھ لیں۔ تعارفی نوٹ بھی علامہ گیلانی کا لکھا ہوا شامل ہے۔

عرضِ احسن (۱۹۲۸ء)

بآستانہ نبوت کبریٰ علی صاجہا الصلوٰۃ والسلام

’’کبھی کبھی رات کی تاریکی میں جہاز کی آخری بالائی سطح پر تنہا چلا جاتا، سامنے سمندر کا پانی اور جگمگاتے تاروں سے بھرے ہوئے آسمان کے سناٹے کے اس عجیب وغریب وقت میں نظارۂ جہاز بڑھتا جا رہا تھا، اس خطہ پاک سرزمین کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔ دل کی گہرائیوں سے جس کے متعلق رہ رہ کر آواز آتی تھی ۔

فرخ آں شہرے کہ تو باشی دراں   اے خنک شہرے کہ تو باشی دراں

وائے امروزم خوشا فرزائے من   مسکن یا رست شہر شاہ من (اقبالؒ)

برادر عزیز سلمہ اللہ تعالیٰ کا یاد دلایا ہوا ’’پیغام‘‘ دماغ کی سطح پر پہنچ کر مچلنے لگا۔ بے ساختہ زبان سے مصرعے نکلنے لگے، ابتداء تو مادری زبان اردو ہی سے شروع ہوا۔ اس کے بعد فارسی مصرعوں کا زور بندھا، نیچے اتر آیا، روشنی میں قلمبند کرنے لگا، خاتمہ عربی کے چند مصرعوں پر ہوا۔ ’’عرضِ احسن‘‘ کے نام سے یہی نظم موسوم ہوئی اور پیش کرنے کے لئے ’’تحفۂ درویش‘‘ تیار ہو گیا۔ مسلمانانِ عالم کے حالِ زار کو ایک نظم کی صورت میں قلمبند کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہوئے اس کی توفیق بھی اس کو میسر آئی کہ جہاں عرض کرنا چاہتا تھا عرض کرنے کا موقع عطا فرمایا گیا۔ (مناظر احسن گیلانی)

ہر ایک سے ٹکرا کر   ہر شغل سے گھبرا کر   ہر فعل سے شرما کر   ہر کام سے پچتا کر
آمد بدرت بنگر

اے خاتم پیغمبرؐ   یا قاسم للکوثر   اے سرور ہر سرور   اے رہبر ہر رہبر
اے آنکہ توئی افسر   ہر کہتر و ہر مہتر   فی المبدء والمحشر   اے ہستی تو محور
للاکبر و الاصغر   اے طلعت تو مظہر   للاول و الآخر   اے رحم جہاں پرور
آقائے کرم گستر   آمد بدرت بنگر

امروز چہ مہمانے   ناکارہ و نادانے   آلودۂ عصیانے   آغشتہ دامانے
بازیچۂ شیطانے   از کردہ پشیمانے
آمد بدرت بنگر   نے مونس دنے یاور

نے ساز نہ سامانے   نے علم نہ عرفانے   نے دین نہ ایمانے   نے فضل نہ احسانے
از خانۂ ویرانے   وز کلبۂ احزانے   وز مجلس و زندانے   ناشکری و کفرانے

آمد بدرت بنگر کاالحائر[۱] والمضطر

با چاک گریبانے باسینۂ بریانے بادیدۂ گریانے با اشک فراوانے

باناله و افغانے باشورش پنہانے بادانش حیرانے باعقل پریشانے

درصورت عطشانے درگریہ درمانے خواہد ز تو فرمانے پروانۂ غفرانے

آمد بدرت بنگر البائس و المعتر

شاہا تو بمن منگر بررحمت خود بنگر انصاف تو کن آخر غیر از تو مرا دیگر

من ناظر و الناصر والشافع و مستغفر

تو [۲]جوشش رحمانی تو سایۂ یزدانی تو شاہد ربانی تو جلوۂ سبحانی

تو مرکز اعیانی تو جوہر فروانی تو مبدء اکوانی تو مقصدِ امکانی

تو مرجع و پایانی تو جانی و جانانی ہم روحی و روحانی تو زبدۂ انسانی

تو نیر فارانی تو درہ عدنانی

تو مہبط قرآنی

تو خاتم ادیانی ہاں دینی و ایمانی

اے آنکہ تو درمانی ہر رنج و پریشانی بنگر کہ مسلمانی تورانی و ایرانی

ہم ہندی و افغانی ہم مصری و سودانی از نرغہ شیطانی وز جذبۂ حیوانی

وز دانش نفسانی وز شورش عمرانی یونانی[۳] و رومانی افرنجی و برطانی

درسکرت وہیمانی ور لطمۂ نادانی

ور ورطۂ ظلمانی

در فتنہ و طغیانی فی البغی و عدوانی

---

(۱) مانند حیران اور سراسیمہ و پریشان کے

(۲) حقیقت محمدیہ کے نزول وظہور کے مدارج کا اظہار ایک خاص ترتیب سے ان مصرعوں میں کیا گیا ہے

(۳) موجودہ زمانے کے تمام فتنوں کا سرچشمہ، مغرب کا شیطانی اور جاہلی حیوانی ونفسانی تمدن ہے اور اس تمدن کی بنیاد روم ویونان کے قدیم تمدن پر قائم ہے۔ اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

هاں دست دعاء بکشاء   از ذروهٔ اوادنـــــی[۱]   وزقبهٔ ما اوحی[۲]   اے مرضی تو ترضی[۳]

اے ملت تو بیضاء   فاللیل[۴] لقد یغشیٰ   والکفر[۵] قد استعلی   [۶]ذا امتک الضعفیٰ

فی[۷] سیطرة الاعداء   هاں[۸] سهمک لایطفی

ورمیک لایخطیٰ

واللّٰه[۱۰] هوالاعلیٰ   والحق[۱۱] فلا یعلیٰ

---

(۱) اوادنی سورہ النجم کی آیت ثم دنی فتدلی فکان قاب قوسین اوادنی کی طرف تلمیح کی گئی ہے۔ (۲) فاوحی الیٰ عبدہ مااوحی (یعنی جب اوادنی کے مقام تک عروج ہوا تو اللہ نے اپنے بندے پر وحی کی جو کچھ بھی وحی کی) یہ بھی اسی سورہ النجم کی آیت ہے۔ (۳) سورۂ والضحیٰ میں رسول اللہ ﷺ کو خطاب کر کے ارشاد الٰہی ہوا کہ ولسوف یعطیک ربک فترضی (قریب ہے کہ تیرا رب تجھے اتنا دے کہ تو راضی ہو جائے) بلاشبہ اس آیت میں بڑی بشارتیں پنہاں ہیں۔ العالمین کی رحمت کی رضامندی کے حدود کو سوچئے اور درد ھنیے۔ (۴) بس رات چھا گئی (۵) اور کفر اونچا ہو گیا (۶) یہ آپ کی کمزور ناتواں امت ہے (۷) دشمنوں کے قابو میں ہے (۸) آپ کا تیر نشانہ سے ہٹ نہیں سکتا (۹) اور آپ کے نشانہ کو غلط نہیں کہا جا سکتا (۱۰) اللہ ہی سب سے بڑا ہے (۱۱) اور حق پر کوئی غالب نہیں آ سکتا۔

O

یہ تو بحری جہاز کے عرشہ پر مولانا کا جگر خراش نالہ تھا مگر اس سے قبل وہ گھر پر زار و نزار بستر علالت پر پڑے ہوئے تھے اور انہیں محبوبؐ کے ڈیوڑھی کے درشن کا مژدہ ملا تو ان کے تن مردہ نے انگڑائی لی تو ان کے درشن مدینہ کی آرزو ایک عجیب و غریب اضطراری نظم میں ڈھل گئی جو ان کے علاقائی بہاری زبان میں ہونے کے باوجود عشاق مدینہ کے دلوں کے تار چھیڑ دیتی ہے لیجئے مشام روح و جان کو اس سے بھی معطر کر لیجئے۔

تم سے توڑوں نو کس سے جوڑوں

بارگاہ رسالت میں التجا و التماس

''ہر ہر عضو گرا ہوا تھا' چلنا پھرنا تو دور کی بات ہے' قسم ہے اس خدائے زندہ و توانا کی' جو مردوں سے زندوں کو اور زندوں کو مردوں سے نکالتا ہے کہ ایک سکنڈ دو سکنڈ کے لئے بھی بیٹھنے کی آرزو جس سیاہ بخت کے لئے مہینوں سے صرف آرزو بنی ہوئی تھی

<u>درشن کی آرزو:</u> بخت کی بیداری (درشن مدینہ کا مژدہ ملنے) کے بعد دیکھا جا رہا تھا' کہ اب وہ اٹھ رہا ہے' اٹھتا چلا جا رہا ہے' جس کی موت کا فیصلہ کیا جا چکا تھا' وہ دوبارہ گویا زندوں میں پھر شریک کر دیا گیا' ہسپتال والوں نے چند ہی

دنوں بعد حکم دے دیا کہ اب یہاں رہنے کی ضرورت نہیں ہے' حکم کی تعمیل کی گئی' پھر آگے کیا قصے پیش آئے' ان کی تفصیل غیر ضروری ہے شعور اور احساس میں ایک خیال کے سوا دوسرا خیال یا ایک جذبہ کے سوا دوسرا کوئی جذبہ باقی نہ رہا تھا' اس زمانے میں مَیں بہار میں تھا' بہار کی دیہی آبادی جو دیہاتوں میں رہتی ہے ایک خاص قسم کی زبان بولتی ہے' اس زبان میں اور کچھ ہو یا نہ ہو' لیکن التجا و التماس کے لئے اس کا پیرایہ حد سے زیادہ موزوں اور مناسب ہے' بے ساختہ اسی زبان میں کچھ مصرعے ابلنے لگے' سن کر تو اردو زبان کے سمجھنے والے بھی اس کو شاید سمجھ سکتے ہیں' لیکن اردو زبان کے املائے حدود میں مگدھی یا بہاری زبان مروجہ کے ان الفاظ کو لانا دشوار ہے' کتابی شکل میں صحیح طور پر جیسا کہ چاہئے شاید وہ سمجھے بھی نہیں جاسکتے لیکن عرض چونکہ اسی زبان میں کیا گیا تھا' بجنسہٖ ان ہی الفاظ کو (نیچے) نقل کر دیتا ہوں____ ''درشن'' کی آرزو اس عجیب وغریب اضطراری نظم کی روح تھی' بہار کے نائب امیر شریعت مولانا سجاد مرحوم اگرچہ بظاہر فقیہ النفس والصورت تھے۔ مگر ذاتی تجربہ کے بعد یہ ماننا پڑتا تھا کہ باطن ان کا فقیہ سے زیادہ فقیر تھا۔ قرابت کے تعلقات کی وجہ سے گیلانی بھی کبھی تشریف لاتے تھے' اسی زمانہ میں اتفاقاً ان کی تشریف آوری ہوئی۔ اس نظم کے سننے کا موقع ان کو بھی ملا' سنتے جاتے تھے' اور روتے جاتے تھے' خصوصیت کے ساتھ اس بند پر تڑپ تڑپ گئے' ہچکیاں ان کی بندھ گئیں' یعنی دوسرا بند

تمری دوار یا کیسے چھوڑوں؟ تم سے توڑوں تو کس سے جوڑوں؟
تمری گلی کی دھول بٹوروں تم رے نگر میں دم بھی توڑوں
جی کا اب ارمان یہی ہے
اٹھوں پھر اب دھیان یہی ہے

''تم سے توڑوں تو کس سے جوڑوں'' اس استفہامی مصرعہ کو بار بار دہراتے اور بے قرار ہو کر بلبلاتے' اور ہے بھی یہ سوال' کچھ اس قسم کا' آج انسانیت زمین کے اس خاکی کرّے پر تڑپ رہی ہے۔ زندگی کا مطلب کیا ہے؟ اس سوال کو حل کرنا چاہتی ہے۔ ایک ڈیوڑھی کے سوا خود ہی سوچئے کہ دنیا میں کون سا آستانہ ایسا باقی رہا ہے' جہاں واقعی اس سوال کے جواب میں صحیح توقع کی جائے؟ اس تنہا واحد آستانے سے ٹوٹنے والا خود سوچئے کہ کہاں جائیگا' کن کے پاس جائیگا۔ موسیٰ ہوں یا عیسیٰ' ابراہیم ہوں' یا یعقوب علیہم السلام یا ان کے سوا کوئی اور اس راہ کے ان سب راہبروں نے اپنے اپنے وقتوں میں جو راہ پیش کی تھی' جب وہ ساری راہیں مسدود ہو چکی ہیں۔ تاریخ جانتی ہے کہ ڈھونڈھنے والوں کو ان بزرگوں کی بتائی ہوئی راہ نہیں مل سکتی۔ تو اب دنیا کہاں جائے۔ اور اسکے سوا کہ ع جلوہ ات تعبیر خواب زندگی (اقبال) کا فیصلہ کرتے ہوئے ''تم سے توڑوں تو کس سے جوڑوں'' کہتا ہوا اسی چوکھٹ کے ساتھ چمٹ جائے' جس کے سوا شہادت والوں کو غیب تک پہنچنے اور پہنچانے کا کوئی دوسرا ذریعہ باقی نہیں رہا ہے۔ (مناظر احسن گیلانی)

پیارے محمدؐ جگ کے سجن   تم پر واروں تن من دھن
تمری صورتیا من موہن   کبہو کراہو[1] تو درشن

جیا کُھڑے دلوا[2] ترسے
کرپا کے بدرا[3] کبہیا[4] برسے

تمری دواریا کیسے چھوڑوں   تم سے توڑوں تو کس سے جوڑوں
تمری گلی کی دھول بٹوروں   تمرے نگر میں دم بھی توڑوں

جی کا اب ارمان یہی ہے
اٹھوں پھر اب دھیان یہی ہے

صلی اللہ علیک نبیا   تمرے دوارے آیا دکھیا
بھیا[5] ابکی پکڑہو راجا   اپنے حسین وحسن کا صدقا

ڈھوا[6] گھِریں ناؤ کو اس کے
اب نہیں ہم ہیں اپنے بس کے

سینس پہ ابکے پاواں[7] دھر ہو   پیت کی اگیا من میں بھرہو
بھدر رہوا[8] پہ تنی[9] کرپا[10] کرہو[11]   سپنو میں ایسن[12] کر گجرہو[13]

راجا تمری دیوڑھی بڑی ہے
رحمت تمرے نام پڑی ہے

اندھیرا[14] کے تم رہیا بتاہو[15]   ہردے[16] کا اِبکے جوت جگاہو
ڈگری[17] پہ اپنے ابکو چلاہو   بودھا[18] کے تم بدھی[19] بنا ہو

کھینچو ابکو پاپ نرکھ سے
دھو دیہو کا[20] لیکھ منہ کا ابکے

تمرے پیا کی اونچی اٹریا   ہمری نے ہی داں پر گجریا
بتلا بتلا[21] رہی نجریا[22]   پکھلئی[23] ہے اک تمری دواریا

اُن کھر[24] پتوا[25] تمرے سے چلی ہے
کھوجوا[26] بھی ان کا تمرے سے ملی ہے

---

(۱) کبھی کرادیجئے۔ (۲) کڑھتا ہے دل (۳) بادل (۴) کب (۵) بازو (۶) موجِ عظیم (۷) پاؤں (۸) حددرجہ بخت (۹) ذرا (۱۰) مہربانی (۱۱) کیجئے (۱۲) ایسا (۱۳) کرگزریئے (۱۴) اندھے کو (۱۵) بتایئے (۱۶) قوئ باطنی (۱۷) راستہ (۱۸) بیوقوف کو (۱۹) دانش مند بنادیجئے (۲۰) سیاہی (۲۱) بھٹک بھٹک (۲۲) نظر (۲۳) دیکھی ہوئی ہے۔ (۲۴) ان کا (۲۵) پتہ (۲۶) سراغ

پی کی پتیا(۱) تم ہی لے لہو ان کھر بتیا(۲) تم ہی سنی لہو
ہمنی کے نندیا سے تم جگے لہو(۳) مرل تھلبئی(۴) تم ہی جلے(۵) لہو

دھرمی(۶) بھے لوں تم ری دیا(۷) سے
مکتی(۸) بھی ہو ای ہی تمری دووا(۹) سے

O

اور یہ وہی مواجھۃ الرسول ہے جہاں عارف جامی نے دل چیر چیر کر اپنے دل صد پارہ کی قاشیں ان اشعار میں سجا کر پیش کیں

سوئم افگن زمر حمت نظرے بازکن بررخم زلطف درے
زاریٔ من شنو تکلم کن گریہ من شنو تبسم کن
لب بجنباں پئے شفاعت من منگر در گناہ وطاعت من
کہ زرفتم طریق سنت تو ہستم از عاصیاں امت تو
ماندہ ام زیربار عصیاں پست افتم از پاگرم نگیری دست
رحم کن برمن وفقیریٔ من دست دہ بہردست گیری من
خودبدست تو کے رسد دستم لیقدر بس کہ دررہبت پستم
پست بودن برائے توخوشتر کز بلندی بسرش سودن سر

یاشفیع المذنبین بارگناہ آوردہ ام بردرت ایں بارپشت دوتاہ آوردہ ام
چشم رحمت برکشا موئے سفید من ببیں گرچہ از شرمندگی روئے سیاہ آوردہ ام
آں نمی گویم کہ بودم سالہا در راہ تو ہستم آں گمراہ کہ اکنوں روبراہ آوردہ ام
عجز و بیہوشی ودرویشی ودلریشی ودرد ایں ہمہ بردعوئے عشقت گواہ آوردہ ام

دیؤ رہزن درکمین، نفس دہوا اعدائے دین زیں ہمہ درسایہ لطف پناہ آوردہ ام
گرچہ روئے معذرت نگذشت گستاخی مرا کردہ گستاخی زبان عذر خواہ آوردہ ام

نگاہ تصور میں قیام مدینہ کے ایک ایک لمحہ کی تصویر مسجد نبوی کے در و بام گلی کوچے مدینہ کی وہ عطر بیز ہوائیں جس سے مشام روح وجان معطر ہوں اور جو زلف حبیب کی غمازی کرتی ہیں۔

بادصبا جو آج بہت مشکبار ہے شاید ہوا کے رخ پہ کھلی زلف یار ہے

---

(۱) خط (۲) باتیں (۳) جگایا (۴) مرے ہوئے تھے (۵) جلایا (۶) مومن ہوئے (۷) مہربانی سے (۸) نجات بھی ہوگی (۹) آپ کی ہی دعا سے

وہ رحمت للعالمین بن کر آئے فریضہ رسالت دعوت وتبلیغ باحسن واکمل طریق ادا کر کے چلے گئے مگر اب تک سسکتی تڑپتی انسانیت کو ہوائے رحمت پروردگار سے سرشار کر گئے' ایسی ہوا جو جان بلب اور لب گور انسانیت کے نجات و حیات کا آخری آکسیجن بن سکتی ہے' اور آج بھی اس کوچہء جاناں کا ہر ذرہ چراغ طور ہے' آج تصورات اور احساسات کا یہ قافلہ ہر ہر ذرے کو اپنا دل سمجھ کر اسے سمیٹ کر اور سنبھال کر اپنے ساتھ لے جانے پر بضد تھا یہاں کے گزرے دنوں کے حال کی شاعر نے کس خوبصورتی سے عکاسی کی ہے۔

ترے کوچے میں ہم کل اس طرح سے جابجا ٹھہرے ۔۔۔ چلے چل کر تھمے تھم کر بڑھے بڑھ کر ذرا ٹھہرے

چلتے چلتے گنبد خضرا پر آخری نظر ڈالی وہ گنبد جو رہتی دنیا تک اللہ کے نور پھیلانے کا آخری پاور ہاؤس ہے' جو اس سے جڑ گیا' وہ اپنی دنیا اور آخرت کو روشن کر گیا جس نے اس سے رشتہ توڑا وہ ظلمت و جہالت کی وادیوں میں ہلاک ہو گیا۔ یہ پاور ہاؤس اس نور خدا کا سرچشمہ ہے جو ہمیشہ کفر کے حرکت پہ خندہ زن رہے گا اور دشمنوں کی ساری کوششیں اسے بجھانے میں ناکام ہوں گی۔ **یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہ ولو کرہ الکفرون** ___ اس گنبد پر جذب وشوق سے محبت وعقیدت کی ایک نگاہ کی کتنی قیمت ہے' اس کا جواب عارف باللہ ہمارے سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے پوچھئے کسی نے عرض کیا کہ حضرت میں حضور سرور کائنات ﷺ کی زیارت کرنا چاہتا ہوں' فرمایا آپ بڑی ہمت اور بڑے حوصلے والے ہیں کہ زیارت نبویؐ کے طالب ہیں ہماری لیاقت تو فقط اس قدر ہے کہ اگر گنبد خضرا شریف پر نگاہ پڑ جائے جو مدینہ منورہ سے چار پانچ میل کے فاصلے پر نظر آتا ہے تو بڑی خوش نصیبی ہے' ہماری لیاقت اس قدر کہاں کہ ڈیوڑھی شریف پر حاضر ہو جائیں (بروایت حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانویؒ)

شاعر نے بھی اسی طرف اشارہ کیا ہے کہ۔

دوست را گر نمی توانی دید ۔۔۔ خانہء دوست را تماشا کن

جانے والے ایک بے بضاعت سراپا عجز وعصیان مسافر کے لئے تو یہ ایک نگاہ بھی توشہء دنیا اور زاد عقبیٰ ہے۔ **وتزودوا فان خیر الزاد التقوی** ۔ دولتم ایں بس کہ بعد از مدت ودور ودراز ۔۔۔ بر حریم آستانت می نہم روئے نیاز

اور مسافر کا انگ انگ اس نعمت عظمیٰ پر ثنا خواں اور جوڑ جوڑ سجدہ ریز ہونا چاہیے کہ۔

شکر للہ کہ نمردیم ورسیدیم بہ دوست ۔۔۔ آفرین باد بریں ہمت مردانہ ما

جاتے جاتے جبل احد پر بھی ایک نگاہ حسرت ڈالی جسے حضور اقدسؐ نے اپنا محب اور محبوب قرار دیا ہے **احد جبل یحبنا ونحبہ** مدینہ کے اطراف میں کھجور کے باغات ہیں جو مدینہ سے نکلتے وقت دامن دل کو کھینچ رہے ہیں۔ مگر یہ تیزی سے نگاہوں سے اوجھل ہوتے جا رہے ہیں۔ اور بقول مولانا ابوالحسن علی ندویؒ سواد مدینہ کے یہ وہی درخت ہیں' جن کے متعلق شہیدی مرحوم نے کہا تھا کہ۔

تمنا ہے درختوں پر تیرے روضے کے جا بیٹھے ۔۔۔ قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا

(آخری قسط)

مولانا سعید الرحمٰن ندوی، ناظم،
فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ بنگلور، بھارت

قرآن عظیم اور نظام کائنات

عالم طبیعی کی غیر معمولی وسعت اور خارجی زمینوں کی کثرت پر جدید اعجازی قرآنی بصائر

اس وقت یہ حقیقت بھی ملحوظ رہے کہ یہاں ﴿فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِي يَوْمَيْنِ﴾ کے ذریعے جس طرح زمینوں کو دو دن میں ساتوں آسمانوں میں درست کردے جانے کا سبق دیا جارہا ہے، اس مفہوم میں پہلے خود ان آسمانوں کو سابقہ دھویں والی حالت سے موجودہ ہیئت میں متشکل کیا جانا بھی شامل ہے، جیسا کہ ایک اور موقع سے زمینوں کا آسمانوں کی تخلیق کے بعد ہی بچھایا اور پھیلایا جانا مذکور ہوا ہے:

۲- ﴿ءَأَنْتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَآءُ، بَنٰهَا. رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰهَا. وَأَغْطَشَ لَيْلَهَا وَأَخْرَجَ ضُحٰهَا. وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا﴾ (نازعات: ۲۷-۳۰)

ترجمہ: بھلا تمہیں پیدا کرنا زیادہ مشکل ہے یا آسمانوں کا، جنہیں اس نے بنایا ہے؟ اس نے ان کی چھت بلند کی اور انہیں ٹھیک ٹھاک کیا۔ اور ان کی راتوں کو تاریک کیا، اور ان کے دنوں کو ظاہر کیا۔ اور زمینوں (کا جہاں تک تعلق ہے) اس نے انہیں اس کے بعد ہی پھیلایا ہے۔

چنانچہ یہاں سب سے پہلے آسمانوں کی تخلیق کی خبر دینے کے بعد ہی ﴿وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا﴾ کے ذریعے یہ سبق دیا جارہا ہے کہ زمینوں کو پھیلایا گیا ہے۔ نیز یہاں ان دونوں بیانات کے عین وسط میں ﴿وَأَغْطَشَ لَيْلَهَا وَأَخْرَجَ ضُحٰهَا﴾ کے ذریعے ہمیں بتایا جارہا ہے کہ ان کی درمیانی ایک کڑی اور بھی ہے۔ چنانچہ باری تعالیٰ نے جب ان آسمانوں کی راتوں کو تاریک اور دنوں کو روشن بھی بنایا ہے تو اس سے بخوبی مستنبط ہوتا ہے کہ لیل ونہار کی اس تخلیق سے اشارہ حقیقتاً سورجوں کی تخلیق ہی کی جانب ہے، جن کے بغیر ان کا ورود وذہاب ناممکن ہوتا ہے۔ اس طرح زمینوں کی تخلیق سے قبل ہی ان کے مراکز سورجوں کی تخلیق بھی منصوص طور پر ثابت ہوجاتی ہے۔ چنانچہ اس سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ سب سے پہلے آسمانوں کی تخلیق کی گئی تھی، پھر سورجوں کی اور ان کے بعد زمینوں کی۔ نیز اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ موجودہ شمارہ سابقہ شمارے میں موجود ظاہری ابہام کی توضیح وتشریح کرنے والا اور وہاں ہمارے اخذ کردہ مفہوم کو مزید مضبوط ومستحکم کرنے والا بھی ہے۔ چنانچہ اس مفہوم کی مزید تائید وتقویت حسب ذیل آیت کریمہ اس طرح کرنے والی ہے:

۷- ﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ، یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ، وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا﴾ (طلاق:۱۲)

ترجمہ: اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے، اور انہیں کی طرح زمینیں بھی، ان میں حکم نازل ہوتا رہتا ہے، تاکہ تم جان لوکہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے، اور یہ کہ اللہ ہر چیز کا علمی اعتبار سے احاطہ کئے ہوئے ہے۔

یہی ہے وہ آیت کریمہ جس سے استشہاد کرتے ہوئے دور قدیم ہی سے مفسرین کی ایک بڑی جمعیت سات آسمانوں کی طرح سات زمینوں کی بھی قائل رہی ہے۔ان کے مطابق ﴿مِثْلَهُنَّ﴾ میں ضمیر جمع مؤنث غائب کا مرجع ﴿سَبْعَ﴾ تھا۔مگر غور کیا جاسکتا ہے کہ اگر بات ایسی ہی ہوتی تو قرآن حکیم براہ راست "خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّسَبْعَ اَرْضِیْنَ" کہہ دیتا، اور اسے عبارت میں ظاہری ابہام پیدا کرنے کی چنداں ضرورت نہ رہتی۔درحقیقت زمینوں کے تعدد کے بیان میں کتاب اللہ کی جس احتیاط اور دوراندیشی کا مشاہدہ ہم نے پچھلے صفحات میں کیا ہے معاملہ یہاں بھی ٹھیک وہی ہے۔چنانچہ اگر ہم قرآن عظیم میں ﴿السَّمٰوٰتُ﴾ کے دیگر مناسبتوں سے استعمال کا بغور جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ کلام الٰہی ساتوں آسمانوں اور ان میں موجود سارے اجرام کی تعبیر جس طرح ﴿السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَا بَیْنَهُمَا﴾ (آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان جو کچھ بھی ہے) سے کرتا ہے کبھی صرف ﴿السَّمٰوٰتُ﴾ (آسمانوں) سے بھی کردیتا ہے۔ان دونوں استعمالات کی بالترتیب مثالیں اس طرح ہیں:

﴿الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ...﴾ (فرقان:۵۹)

ترجمہ: جس نے آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان جو کچھ بھی ہے انکی تخلیق چھ دن میں کی، پھرعرش پر استوا فرمایا۔

﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ.﴾ (اعراف:۵۴)

بیشک تمہارا رب اللہ ہے، جس نے آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق چھ دن میں کی، پھر عرش پر استوا فرمایا۔

ان دونوں باہم مشابہ آیات میں چھ دنوں کی تخلیق کی تصریح سے ظاہر ہے کہ یہاں ساتوں آسمان اور ان میں موجود ساری زمینوں اور دیگر تمام اجرام کی تخلیق کا تذکرہ ہو رہا ہے۔چنانچہ اگر ہم ان مظاہر فطرت کی ایک وسیع تر تقسیم کریں تو وہ تین بنیادی اجزا پر مشتمل ہوگی: (۱) ساتوں آسمان، (۲) کل زمینیں اور (۳) دیگر سارے اجرام سماوی۔ یہاں پہلی آیت میں خود قرآن مجید نے بھی کائنات کی ٹھیک اسی سہ گانہ تقسیم کا لحاظ کرتے ہوئے ان تینوں اجزا کی تعبیر بالترتیب ﴿السَّمٰوٰتُ﴾ (آسمانوں)، ﴿الْاَرْضُ﴾ (زمینوں) اور ﴿وَمَا بَیْنَهُمَا﴾ (ان کے درمیان جو کچھ بھی ہے) کے ذریعے کی ہے۔جب کہ دوسری آیت میں تیسرے جز ﴿وَمَا بَیْنَهُمَا﴾ کو کلی طور پر حذف کرتے ہوئے صرف ﴿السَّمٰوٰتُ﴾ اور ﴿الْاَرْضُ﴾ کے ذکر ہی پر اکتفا کیا گیا ہے، جس سے مستنبط ہوتا ہے کہ یہاں اس تیسرے جز کو پہلے جز میں مدغم کردیا گیا ہے۔لہٰذا اس دوسری تقسیم سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی نظر میں ﴿السَّمٰوٰتُ﴾ ایک نہایت جامع اور وسیع ترین لفظ ہے، جو ساتوں آسمانوں اور ان میں موجود سارے سورجوں اور

دیگر تمام اجرام پر بھی دلالت کرنے والا ہے، اور جس کی تاکید کبھی ﴿سَبۡعَ﴾ (سات) سے اور کبھی ﴿السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ وَمَا بَیۡنَهُمَا﴾ (آسمانوں اور زمینوں اور ان کے درمیان جو کچھ بھی ہے) سے کردی جاتی ہے۔ اسی طرح شمارہ ۵ میں لقمان والی آیت کے تحت بھی اس کا استعمال ملحوظ خاطر رہے، جو نظر نہ آنے والے ستونوں کے سہارے پیدا کیئے گئے سارے ہی اجرام سماوی بشمول ساری زمینوں کو بھی بحسن وخوبی اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ چنانچہ اس سے بھی ثابت ہو رہا ہے کہ یہ لفظ مفرد طور ہی پر سارے آسمانوں کے کل اجرام پر بھی دلالت کرنے والا ہے۔ نیز ان دلائل سے صرف نظر آسمانوں کے مفہوم میں ان کے تمام اجرام کا شامل ہونا ایک بدیہی حقیقت بھی ہے۔ جیسا کہ صرف کسی ملک کا نام لے کر اس سے اس کے کل باشندوں کا مراد لیا جانا روزمرہ کا عام استعمال بھی ہے۔ مثلاً اگر یہ کہا جائے کہ ہندوستان ایک کثیر المذاہب ریاست یا انگلستان ایک ترقی یافتہ مملکت ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ مذاہب کی کثرت اور ترقی ان کے باشندوں میں ہوتی ہے نہ کہ ان کے نفس ممالک میں۔

لہٰذا اب ﴿السَّمٰوٰتُ﴾ کے اس جدید مفہوم کی وجہ سے ﴿اَللّٰهُ الَّذِیۡ خَلَقَ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الۡاَرۡضِ مِثۡلَهُنَّ﴾ کا مطلب ایک اور مرتبہ یہ ہوا کہ اللہ تعالی نے جس طرح سات آسمان بشمول ان کے تمام اجرام اور خصوصاً سورج پیدا کیئے ہیں ٹھیک انہیں کی طرح زمینیں بھی پیدا کی ہیں۔ یعنی پچھلے شمارے میں اگر ساتوں آسمانوں میں زمینوں کے وجود سے ہر جگہ ان کے مراکز سورجوں کے وجود اور خود سورجوں کے وجود سے ان کی ماتحت زمینوں کے وجود پر دلیل قائم کی گئی تھی تو موجودہ شمارے میں صراحتاً ان زمینوں کی تعداد خود سورجوں کے ہم مثل قرار دے کر اس کے ذریعے وہاں رہے سہے ابہام کو بھی دور کیا جا رہا ہے۔ لہٰذا اس سے نہایت واضح طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ موجودہ شمارہ حقیقتاً پچھلے شمارے کی مزید تاکید وتقویت اور تشریح وتوضیح ہی کی خاطر لایا گیا ہے۔ اس طرح یہاں ﴿مِثۡلَهُنَّ﴾ میں مثلیت کا تعلق صرف ﴿سَبۡعَ﴾ سے نہیں بلکہ ﴿سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ﴾ دونوں ہی سے ہو جاتا ہے۔ اب اگلے باب میں ہم اس آیت کریمہ پر مزید روشنی خود اسی کے سیاق کی آیات سے بھی ڈالیں گے، جس سے اس قرآنی انکشاف میں اور زیادہ نکھار پیدا ہو جائے گا۔

جیسا کے شروع باب میں عرض کیا جا چکا اس وقت یہ حقیقت بھی ملحوظ رہے کہ جدید فلکیات موجودہ کائنات کے علاوہ متعدد مزید کائناتوں کے ممکنہ وجود پر بھی ٹھوس علمی واستدلالی شواہد اکٹھا کر رہی ہے، جس کے نتیجے میں universe کی جگہ multiverse کا نظریہ جڑ پکڑتا جا رہا ہے۔ البتہ ابھی وہ اس نظریے یا نظریات کے خدوخال کو تشفی بخش طور پر واضح نہیں کر سکی ہے۔ مگر جیسا کہ مسلسل پچھلے چار شمارات کے ملاحظے سے مدلل طور پر ثابت ہو رہا ہے قرآن مجید نے ان کے ذریعے ان ممکنہ کائناتوں کو نہایت یقینی صورت حال میں تبدیل کرتے ہوئے نہ صرف ان کی بنیادی ساخت وپرداخت کو واضح کر دیا ہے بلکہ نہایت دوٹوک الفاظ میں ان کے معین عدد تک کی بھی تصریح کر دی ہے۔ چنانچہ جدید فلکیات کی رو سے ثابت شدہ ہماری ساری کائنات قرآن حکیم کے مطابق ہمارے موجودہ صرف ایک دنیوی

آسمان کے اندر واقع ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بقیہ چھ آسمان چھ دیگر کائناتیں ہیں، اور وہاں بھی چاند، ستاروں، سورجوں، زمینوں اور دیگر اجرام کا یہی سلسلہ جاری وساری ہے۔ آج آسمانوں سے کائناتوں کا مراد لیا جانا اس لئے بھی ناگزیر ہے کہ خود موجودہ شمارے ہی کے مطابق فی الحال ہم سب سے قریبی آسمان میں ہیں، اور شمارہ ۴ کے مطابق بقیہ چھ آسمان ہمارے اوپر طبق در طبق واقع ہونے کی وجہ سے ہماری آنکھوں سے اوجھل ہیں۔ اور فلکیات کا دعوی بھی ٹھیک یہی ہے کہ ساری کائناتیں موجودہ کائنات کے ماورا اور ہم سے پوشیدہ ہیں۔

نیز مذکورۂ بالا شمارات کے ملاحظے سے ایک انقلابی اور نہایت دوررس حقیقت یہ بھی ثابت ہو رہی ہے کہ قرآن حکیم میں ﴿الْأَرْضُ﴾ کا استعمال بطور اسم جنس ہی ہوا ہے، جس کی تاکید کبھی کبھار ﴿جَمِيْعًا﴾ سے کی جاتی ہے، یا اس کی جانب ضمیر جمع سے اشارہ کر دیا جاتا ہے، کیونکہ کتاب اللہ زمینوں کی اس قدر کثرت کی قائل ہونے کے باوجود اس پر دلالت کے لئے کہیں بھی ''سَمٰوٰتٌ'' ہی کی طرح بصیغۂ جمع ''أَرْضُوْنَ'' یا ''أَرْضِيْنَ'' کا استعمال قطعاً نہیں کرتی ہے۔ اس کلیے کی مزید تاکید وتقویت کے لئے کچھ اور قرآنی دلائل بھی ملاحظہ ہوں:

۸- ﴿إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِیْ سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ...﴾ (یونس:۳)

ترجمہ: بیشک تمہارا رب اللہ ہے جس نے چھ دن میں سارے آسمان اور زمینیں بنائیں، پھر عرش پر استوا فرمایا۔

اللہ تعالی نے پورے چھ دن میں جس کی تخلیق فرما کر عرش پر استوا فرمایا وہ سارے آسمان اور ان میں موجود سارے اجرام سماوی اور زمینیں ہیں۔ مگر اس موقع پر ﴿الْأَرْضُ﴾ مفرد ہی لائی گئی ہے۔

﴿أَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا أَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا...﴾ (انبیاء:۳۰)

ترجمہ: ''کیا کفار نے نہیں دیکھا کہ سارے آسمان اور زمینیں آپس میں ملے ہوئے تھے، پھر ہم نے انہیں جدا جدا کر دیا''

اس آیت میں جس مادے کے آپس میں ملے ہوئے رہنے کی خبر دی جا رہی ہے وہ اپنی پیدائش سے قبل بلا استثنا سارے آسمانوں بشمول ساری زمینوں اور دیگر اجرام سماوی کا ہے۔ مگر یہاں بھی ﴿الْأَرْضُ﴾ بطور صیغۂ واحد ہی آئی ہے۔

﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسٰهَا، قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ، لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ، ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ...﴾ (اعراف:۱۸۷)

ترجمہ: وہ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ قیامت کا وقوع کب ہوگا۔ آپ کہہ دیجئے کہ اس کا علم تو میرے رب ہی کے پاس ہے، وہی اسے اپنے وقت پر ظاہر کریگا، وہ سارے آسمانوں اور زمینوں میں بھاری ہوگی۔

﴿وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ...﴾ (زمر:۶۸)

ترجمہ: صور پھونکا جائے گا تو جو کوئی سارے آسمانوں اور زمینوں میں ہیں سب کے سب بے ہوش ہو جائیں گے بجز ان کے جنہیں اللہ چاہے۔

قیامت کا عموم سارے آسمانوں اور ان میں موجود جمیع اجرام پر ہوگا، مگر ان دونوں آیات میں بھی

﴿الْأَرْضِ﴾ کا استعمال بطور صیغہء واحد ہی کیا گیا ہے۔

﴿... وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ ...﴾ (بقرۃ:۲۵۵) ترجمہ: اس کی کرسی آسمانوں اور زمینوں پر محیط ہے۔

اللہ جل جلالہ کی کرسی سارے آسمانوں اور ان کے مشتملات کو گھیرے ہوئے ہے، مگر ان سارے آسمانوں کے لئے ﴿الْأَرْضِ﴾ پھر ایک مرتبہ مفرد طور پر لائی گئی ہے۔ چنانچہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کتاب اللہ میں ﴿الْأَرْضِ﴾ کا استعمال اعجازی انداز میں بطور اسم جنس ہی ہوا ہے۔ یہاں ایک عقلی توجیہ یہ بھی کی جاسکتی ہے کہ خود لفظ ﴿السَّمٰوٰتُ﴾ میں آسمانوں کی دیگر زمینیں بھی شامل ہونی چاہئے، کیونکہ خود ہماری زمین بھی دیگر زمینوں کے لئے "سَمَآءً" ہی کے قائم مقام ہوتی ہے۔ اگرچہ قرآن حکیم میں اس نوع کی بھی وافر مثالیں موجود ہیں، جیسے کہ خود شمارہ ۵ کے تحت مذکور لقمان والی آیت۔ مگر یہ تعریف کتاب اللہ کی صرف جزوی صداقت کو ظاہر کرنے والی ہوگی، کیونکہ وہ آیات جہاں ﴿السَّمٰوٰتُ﴾ کے بغیر صرف ﴿الْأَرْضُ﴾ ہی سے زمینوں کا تعدد مراد لیا گیا ہے وہاں یہ توجیہ ناکام ہوجائے گی۔ ابھی اس نوع کی بہت ساری آیات حسب موقع وحال اگلے صفحات میں بھی پیش ہونگی، جس سے اس حقیقت میں اور زیادہ نکھار پیدا ہوسکے گا۔ لہٰذا جب تک دیگر قرائن سے پتہ نہ چل سکے کہ ﴿الْأَرْضُ﴾ سے ہماری صرف یہی ایک زمین مراد ہے اسے اسم جنس ہی شمار کیا جائے گا۔ البتہ جہاں جہاں ﴿السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ﴾ کی ترکیب لائی گئی ہے یا ﴿الْأَرْضُ﴾ کو ﴿السَّمٰوٰتُ﴾ کے سیاق وسباق میں استعمال کیا گیا ہے وہاں ہر جگہ ساتوں آسمان اور ان میں موجود ساری ہی زمینیں مراد ہونگی۔ اسی طرح ﴿السَّمَآءُ وَالْأَرْضُ﴾ سے بھی یہی مفہوم مراد ہوگا، کیونکہ ﴿السَّمَآءُ﴾ اسم جنس بھی ہے۔ کبھی کبھار بطور تاکید ﴿السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ وَمَا بَيْنَهُمَا﴾ یا ﴿السَّمَآءُ وَالْأَرْضُ وَمَا بَيْنَهُمَا﴾ کی ترکیبات بھی لائی جاتی ہیں۔

یہ تھے زمینوں کی بے انتہا کثرت پر حقیقی الفاظ وتعبیرات کے ذریعے بیان کئے گئے کچھ ربانی ارشادات۔ ابھی اس موضوع سے متعلق ڈھیر ساری آیات ایسی بھی ہیں جہاں ان کا اثبات مجازی الفاظ وترکیبات کے ذریعے کرتے ہوئے ان میں بسی مخلوقات کے احوال وکوائف پر بھی سیر حاصل بحث کی گئی ہے، جنہیں ہم اگلے ابواب میں مناسب مواقع سے پیش کریں گے۔

لہٰذا اب تک کے سارے ہی شمارات کے ذریعے نہایت مدلل طور پر ثابت ہورہا ہے کہ قرآن حکیم زمینوں کے بیان میں ایک منظم اور نہایت گہری منصوبہ بندی کے تحت قصداً ایسے حکیمانہ الفاظ وتعبیرات کا انتخاب کرتا ہے کہ اگر متقدمین پر ان کا صحیح عدد پوری طرح واضح نہ ہوسکے تو دوسری جانب ایک معین وقت پر جب متاخرین خود اپنے علوم وفنون کے بل بوتے اس حقیقت تک رسائی حاصل کرنے میں کسی حد تک کامیاب ہوجائیں تو اس وقت ان کا مدلول ومفہوم از خود روز روشن کی طرح عیاں ہوکر ان پر اپنا عظیم ترین علمی اعجاز پیش کرسکے۔ چنانچہ یہ حکمت عملی اس لئے اپنائی گئی ہے کیونکہ کتاب الٰہی عقل ونقل کے درمیان اس بے نظیر وخیرہ کن تطبیق وہم آہنگی کی روشنی میں انسان کی اور خود اپنی

بھی اصلیت کے تعلق سے کچھ عمیق و فیصلہ کن انکشافات کر کے منکرین پر اتمام حجت کرنا چاہتی تھی، تاکہ ان کے پاس اس کی تکذیب کا کوئی بھی عذر باقی نہ رہ سکے۔ انشاء اللہ العزیز ہم ان حقائق پر خاطر خواہ گفتگو اگلے ابواب میں کریں گے۔ اب حسب ذیل آیت کریمہ ملاحظہ ہو جو ٹھیک اسی خدائی مقصد کی نشان دہی منصوص طور پر کرتے ہوئے ہمارے موجودہ طرز فکر کو پروان چڑھانے والی بھی ہے:

۹- ﴿سَنُرِيهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ، اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾ (حم سجدہ:۵۳)

ترجمہ: ہم عنقریب ان (کفار) کو اپنی نشانیاں زمین اور آسمانوں کے اطراف واکناف میں بھی اور خود ان کی جانوں میں بھی دکھادیں گے، یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے کہ یہی (قرآن) حق ہے۔ کیا تمہارے رب کے لئے یہ کافی نہیں کہ وہ ہر چیز پر شاہد ہے؟

یہاں درایت و روایت دونوں ہی اعتبارات سے ﴿اَلْاٰفَاق﴾ کے معنے ''زمین اور آسمانوں کے اطراف واکناف'' کے آتے ہیں:

''ما ظهر من نواحي الفلك وأطراف الأرض'' (لسان العرب، تاج العروس)

''ما ظهر من نواحي الفلك'' (القاموس المحيط)

''أقطار السماوات والأرض'' (سيوطي، قرطبي عن عطاء وابن زيد)

چنانچہ اس سے بخوبی ظاہر ہو رہا ہے کہ یہاں زمین اور آسمانوں کے اطراف واکناف کی وہ خدائی نشانیاں جنہیں قرآن مجید متقدمین سے مستور الحال رکھ کر متاخرین پر ظاہر کرنے کا منصوص اعلان کر رہا ہے وہ سابقہ شمارات کے ذریعے ثابت شدہ اور اب تک ہم سے پوشیدہ یہی دیو ہیکل کائنات اور خصوصیت کے ساتھ اس میں موجود ان گنت زمینیں ہیں۔ یاد رہے کہ اوپر مذکور شمارہ ۵ کا تعلق، جہاں ساتوں آسمانوں میں ان گنت زمینوں کے وجود کی خبر دی گئی تھی، اگر سورہ حم سجدہ کی ابتدا سے تھا تو موجودہ شمارے کا تعلق بھی اسی سورت کے اختتام سے ہے، جس سے ہمارے استدلال پر یکسر نئی روشنی پڑتے ہوئے اسے مزید تقویت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس طرح راقم سطور کی موجودہ کاوش کی تائید و نصرت میں ایک نہایت اہم اور منصوص خدائی سند و تصدیق بھی مہیا ہو جاتی ہے۔ پھر ﴿حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ﴾ (تاکہ ان پر ظاہر ہو جائے کہ یہ قرآن ہی حق ہے) کے ذریعے اس حکیمانہ اخفا و اظہار کی غرض و غایت کا خلاصہ کیا جا رہا ہے کہ اولین سے مخفی رکھے گئے یہ آسمانی حقائق آخرین پر خود ان کے علوم و فنون کے ذریعے اس لئے ظاہر کئے جا رہے ہیں تاکہ ان پر کتاب الٰہی کا عظیم علمی اعجاز ظاہر کیا جا سکے، اور انہیں کامل شرح صدر حاصل ہو جائے کہ اس کتاب برحق کو نازل کرنے والی عین وہی ذات ہے جس نے ساری کائنات کی تخلیق بھی فرمائی ہے۔ پھر ﴿اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾ (کیا تمہارے لئے یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب ہر چیز کا شاہد ہے؟) کے ذریعے اس مفہوم کو

مزید مؤکد کرتے ہوئے انسان سے بطور حجت سوال کیا جارہا ہے کہ خود اس کے تجربات و مشاہدات پر مبنی علم کسبی اور منجانب اللہ نازل کردہ علم وہبی میں اس قدر تطبیق و ہم آہنگی کے اثبات و اظہار کے باوجود کیا اس کے دل و دماغ میں اب کوئی شک اپنے رب کے جمیع مظاہر کائنات پر محیط کلی و قطعی علم کے تعلق سے باقی بھی ہے؟ اور کیا اس کی یہ بے نظیر ہمہ دانی و ہمہ علمی اس کی خلاقیت و ربوبیت اور اس کے نتیجے میں اس کی الوہیت و معبودیت کا اثبات کرنے والی نہیں ہے؟ اسی لئے کتاب اللہ ایک اور جگہ ان نشانیوں کو مستقبل میں ظاہر کرنے کا اعلان کرتے ہوئے یہ دعویٰ بھی پیش کررہی ہے کہ وہ اس قدر واضح یعنی علم انسانی سے اس قدر میل کھانے والی ہونگی کہ خود کفار و منکرین تک انہیں ضرور پہچان لیں گے:

﴿وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا، وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ (نمل:۹۳)

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ ساری تعریف اللہ ہی کے لئے ہے، جو عنقریب تم (گمراہ لوگوں) کو اپنی نشانیاں دکھادے گا، اور تم انہیں پہچان بھی لوگے۔ اور تم جو کچھ کررہے ہو اس سے تمہارا رب غافل بھی نہیں ہے۔

غور کیا جاسکتا ہے کہ اس شمارے کی ان دونوں آیات کے ذریعے کتاب اللہ عقل انسانی اور علوم طبیعی کو کس قدر قابل حجت اور قابل استدلال قرار دے رہی ہے۔ ان کی حجیت کا بھی یہ عالم کہ ان کے ذریعے انسان رب العالمین کے دلائل ربوبیت کی معرفت حاصل کرسکتا ہے، اور انہیں میزان عدل بنا کر خود صحیفہء ربانی کی صداقت و حقانیت تک رسائی بھی ممکن ہے! اللہ کی پناہ علم انسانی کی بھی کیا بن آئی۔ باریٔ تعالیٰ والد ماجد حضرت علامہ محمد شہاب الدین ندوی قدس سرہ العزیز کے درجات قرب میں اضافہ اور آپ کی تربت پر اپنے رحم والطاف کا خصوصی نزول فرمائے کہ آپ نصف صدی قبل ہی اس حقیقت عظمیٰ کی کلی معرفت حاصل کرنے میں کامیابی سے ہمکنار ہوگئے، اور آپ نے ایک سو سے بھی زائد تصنیفات کے ذریعے اس فن کے مختلف خدوخال کو واضح کرتے ہوئے اس میدان میں ایک بے نظیر اور جلیل القدر تجدیدی کارنامہ انجام دیا۔ آج آپ کی ایمان و یقین اور علم و عرفان سے مزین اور اخلاص وللہیت سے سرشار اسی صدا اور احیائے دین متین کی اسی تڑپ کا نتیجہ ہے کہ کتاب ہذا منظر عام پر آسکی ہے۔ فجزاه الله عني وعن الإسلام والمسلمين ورحمه رحمة واسعة وغفر له وأسبغ عليه نعمه وأدخله في فسيح جناته!

نیز اس شمارے کی ان دونوں آیات پر ایک دوسرے زاویے سے نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ ان میں ہر جگہ ان خدائی نشانیوں کے مستقبل میں ظاہر کئے جانے کا اعلان رسول اکرمؐ کے ذریعے کفار و منکرین کو مخاطب فرما کر کیا جارہا ہے، اور یہ پیش گوئی کی جارہی ہے کہ وہ انہیں یقینی طور پر پہچان بھی لیں گے، اور ان پر حق واضح ہوکر رہے گا۔ اب ظاہر ہے کہ انہیں کتاب الٰہی کی صحت و صداقت اور اس کی حقانیت کا علم خود انہیں کے علوم و فنون ہی کی روشنی میں حاصل ہوسکے گا۔ اگر یہ علوم و فنون آج بھی خود مؤمنین و مسلمین ہی کے ہاتھوں میں ہوتے تو ان میں وہ تاثیر نہ ہوتی۔ چنانچہ اس سے بخوبی ظاہر ہورہا ہے کہ آج کتاب الٰہی کے عظیم علمی اعجاز کے ظہور کے وقت علوم طبیعی کا منکرین و معاندین کے ہاتھوں میں ہونا بھی خدائی حکمت و مصلحت اور اس کی گہری منصوبہ بندی میں شامل ہے، تاکہ یہ خود ان کے اپنے علوم

وفنون ہونے کی وجہ سے ﴿فَتَعْرِفُوْنَهَا﴾ کے مصداق ان کے پاس اس کی مزید تکذیب کی کوئی بھی گنجائش باقی نہ رہ سکے۔ یعنی اگر مؤمنین کے ہاتھ میں علم وہبی ہو تو منکرین کے پاس علم کسبی۔ اسی وقت ان دونوں کے درمیان بے نظیر تطبیق وہم آہنگی کے ذریعے کتاب الٰہی کے علمی اعجاز کے اثبات اور منکرین پر حجت کے اتمام کا مؤثر سامان ہو سکے گا۔ اب غور کیا جا سکتا ہے کہ منکر اہل سائنس غیر شعوری طور پر سائنس کی تعمیر وترقی کے ذریعے خود دین اسلام اور کتاب الٰہی کی کس قدر خدمت کر رہے ہیں، اور عدم واقفیت کی وجہ سے اس کی صداقت وحقانیت اور اس کے عین مطابق عقل وفطرت ہونے پر کتنے مضبوط علمی وعقلی دلائل وبراہین فراہم کرتے جا رہے ہیں؟ کیا عصر حاضر میں کتاب الٰہی کا اس سے بڑا کوئی اور بھی معجزہ ہو سکتا ہے، اور کیا منکرین پر اور خصوصیت کے ساتھ معقولیت پسند مادہ پرستوں پر اتمام حجت کا کوئی اور بھی کارگر طریقہ ہو سکتا ہے کہ انہیں خود انہیں کی لاٹھی سے ہانکا جائے؟ لہٰذا شان کریمی سے کچھ بھی بعید نہیں کہ ﴿فَتَعْرِفُوْنَهَا﴾ کے مطابق کتاب الٰہی کا موجودہ علمی اعجاز ان کے دل ودماغ پر اثر کر جائے اور ان کا ایک بڑا اور شریف الطبع وکریم النفس طبقہ رب العالمین کی ربوبیت کی گواہی دے جائے اور اس کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کر دے، ﴿وَمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ﴾!

یہاں اس حقیقت کا اظہار کر دینا بھی غیر مناسب نہیں ہوگا کہ دور حاضر میں کچھ آیات وقرآنی بیانات کے مفہوم ومدلول میں وسعت یا تبدیلی پیدا ہو جانے سے سلف صالحین وائمہ مفسرین کے فہم قرآن پر ذرا بھی آنچ نہیں آسکتی ہے، کیونکہ قرآن حکیم نے جدید حقائق کے بیان میں جس حکمت ومصلحت، احتیاط اور دور اندیشی کا مظاہرہ کیا ہے اس سے بھی، اور خود ان خدائی نشانیوں کے مستقبل میں ظاہر کئے جانے کی مذکورۂ بالا تصریحات سے بھی بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ من جانب اللہ وہ اسی فہم کے مکلف تھے۔ انہوں نے اپنے اپنے ادوار میں ان کے جو بھی معانی ومفاہیم مراد لئے وہ خوب تھے۔ نیز کلام اللہ کے زندہ وتابندہ اور ابدی وسرمدی ہونے کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ ہر دور میں فعال ومتحرک رہے، اور نوع انسانی کو علوم وفنون میں ترقی کی بدولت اس سے تازہ بتازہ ہدایات ربانی حاصل ہوتی رہیں، تاکہ وہ علم وعقل، افکار ونظریات اور دلیل واستدلال کے کسی بھی زمرے میں اپنے آپ کو کمزور اور بے سروسامان محسوس نہ کر سکے۔ لہٰذا جب کبھی مستند ومتداول تفسیری اصولوں کے تحت الفاظ قرآنی کے کوئی نئے معانی ومعارف ظاہر ہوں تو انہیں بھی من جانب اللہ ہی تسلیم کیا جائے۔ اس وقت خصوصیت کے ساتھ یہ حقیقت بھی ذہن نشین رہے کہ ان اصول تفسیر وقواعد فہم قرآن کو بھی، جن پر اس وقت ہمارا اعتماد واستناد ہے، خود انہیں متقدمین نے مرتب ومدون کیا ہے۔ چنانچہ یہ اصول ہر کسی دور کے لئے بھی ایک ہی ہوتے ہیں، جن میں کسی بھی طرح کی ترمیم وتبدیلی محال ہے۔ البتہ جہاں تک خود فہم قرآن کا تعلق ہے اس میں اختلاف نہ صرف ممکن بلکہ متعدد حیثیتوں سے ممدوح ومستحسن بھی ہے، اور اس پر تاریخ تفسیر کی پوری چودہ صدیاں شاہد عدل بھی ہیں۔ احقر راقم سطور کو یہاں اس امر پر کامل شرح صدر حاصل ہے کہ عہد رسالتؐ میں قرآن عزیز کے نزول کی جو تکمیل ہوئی تھی اس کا معنوی نزول پورے آب وتاب کے ساتھ وقتاً فوقتاً آج تک برابر جاری ہے،

اور رہتی دنیا تک جاری بھی رہے گا۔ یعنی اس کے الفاظ رہیں گے تو وہی قدیم، مگر ان کے معانی ہمہ وقت تازہ و تابندہ اور جدید سے جدید تر۔ چنانچہ حسب ذیل آیات میں ٹھیک اسی حقیقت کا اظہار نہایت واضح الفاظ میں اور منصوص طور پر کیا جارہا ہے:

۱۰- ﴿لا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ. إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ. فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ. ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ﴾ (قیامہ:۱۶-۱۹)

ترجمہ: آپ اس (قرآن) کو جلدی جلدی لینے کی خاطر اس پر اپنی زبان مت ہلایا کیجئے۔ یقیناً اس کا جمع کرنا اور اس کا پڑھوانا ہمارے ہی ذمہ ہے۔ لہذا جب ہم پڑھنے لگیں تو آپ اس کے تابع ہوجایا کیجئے۔ پھر (جب ہم چاہیں) اس کی تشریح بھی ہمارے ہی ذمہ ہے۔

یہاں ﴿ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ﴾ (پھر قرآن کی تشریح بھی ہمارے ہی ذمہ ہے) سے ظاہر ہے کہ قرآن مجید کی تبیین و تشریح کا ذمہ بھی اللہ تعالی نے خود اپنے لئے خاص کر رکھا ہے۔ اور یہ خدائی تشریح یعنی قرآنی الفاظ کا معنوی نزول حسب مشیت الٰہی کبھی بھی ہوسکتا ہے، کیونکہ ﴿ثُمَّ﴾ (پھر) ترتیب کے ساتھ تراخی کا بھی فائدہ دیتا ہے۔ چنانچہ یہ ربانی پیش گوئی خصوصیت کے ساتھ پچھلے شمارے میں مذکور ﴿سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا﴾ (عنقریب ہم انہیں اپنی نشانیاں دکھادیں گے)، ﴿سَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ﴾ (عنقریب وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھادے گا) وغیرہ دیگر پیش گوئیوں پر بھی ہر طرح سے منطبق ہونے والی اور ان کی عملی شکل کو بھی ظاہر کرنے والی ہے۔ ظاہر بات ہے کہ آگے چل کر جب منکرین و معاندین پر خود انہیں کے علوم وفنون کی روشنی میں اور ان کی عقل وفہم کے مطابق ان نشانات ربوبیت ومعجزات الٰہی کا ظہور ہوگا تو وہ رب العالمین کی جانب سے ان کی تشریح نو یعنی ان کے جدید معنوی نزول کی بنیاد ہی پر ہوگا۔ چنانچہ حدیث نبوی ﷺ "دوروا مع كتاب الله حيث ما دار" (اللہ کی کتاب جدھر بھی گھومے تم اس کے ساتھ ادھر گھوم جاؤ) سے اشارہ بھی اسی جانب ہے کہ قرآن مجید جب کبھی اور جیسی بھی ہدایت پیش کرتا جائے اس کا اتباع لازم ہوتا ہے۔ نیز ارشادات رسول ﷺ "القرآن ذو وجوه" (قرآن مختلف چہروں والا ہے)، "لا يشبع منه العلماء" (علماء اس سے کبھی شکم سیر نہیں ہوسکیں گے) اور "لا تنقضى عجائبه" (قرآن کے عجائب کبھی ختم نہیں ہونگے) کا خاصہ بھی تو یہی ہے۔

اور یہ حقیقت بھی اپنی جگہ مسلم ہے کہ ہوسکتا ہے کہ علم کی ترقی کی بدولت آج کا انسان زیادہ معلومات رکھتا ہو، مگر سلف صالحین وائمہء متقدمین کا فہم اور ان کی علمی ودینی بصیرت ہم سے بہت زیادہ فائق تھی، کیونکہ انہیں وہ زمانہ نصیب ہوا تھا جس میں علم انسانی ابھی اپنے ایام طفولیت ہی میں تھا، اور یہ کہ انہوں نے کتاب اللہ کی خدمت اس عزیمت واستقامت کے ساتھ کی اور بہت ساری لفظی وترکیبی اور فکری ونظریاتی مشکلات کے باوجود امت کو اختلاف وانحراف سے محفوظ رکھنے کا اس قدر اہتمام والتزام فرمایا کہ پوری تاریخ انسانیت اس کی کوئی ادنی سی مثال بھی پیش

کرنے سے قاصر رہی ہے۔ یقیناً یہ کتاب الٰہی ہی کا معجزہ ہوسکتا ہے۔ نیز آج ہم اپنی علمی عمارت جن بنیادوں پر تعمیر کر رہے ہیں وہ انہی صالحین کی فراہم کردہ ہیں۔ غور کا مقام ہے کہ آج اگر ایک رازیؒ، غزالیؒ یا شاہ دہلویؒ ہوتے، یا خود علامہ ندویؒ ہی کو اس تعلق سے ایک ہلکی سی شہ بھی مل جاتی تو علم کی کس قدر آبیاری ہوتی! یہاں اس عاجز کو اس بات کا پورا اعتراف واعتقاد ہے کہ وہ ان ائمہ دین وسلف صالحین کا ایک ادنیٰ سا خلف ہی ہے۔ ﴿ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ، وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾۔

مزید برآں "القرآن ذو وجوه" کے تحت یہ توجیہ بھی قرین عقل اور عین ممکن ہے کہ اسلاف نے قرآن حکیم کا ایک چہرہ دیکھا ہو، جب کہ ہمارے آگے اس کی ایک دوسری ہی علم کشا اور تابناک وخیرہ کن شکل نمودار ہو رہی ہو۔ یہاں یہ حقیقت بھی ملحوظ رہے کہ قرآن حکیم کی بیشمار آیات ایسی بھی ہیں جن کے حقیقی منشاومراد کے تعلق سے شروع دور ہی سے امت کے درمیان کافی اختلاف چلا آیا ہے، اور مفسرین ومحققین کے درمیان ان کے کسی ایک معنے پر اتحاد واتفاق ممکن نہیں ہوسکا ہے۔ بلکہ ان سے ہر آیت کے متعدد اقوال وآراء منقول ہوئی ہیں جن میں سے اکثر مختلف النوع مجازی تاویلات ہی پر مبنی اور حیرت انگیز طور پر تفسیر بالرائے کی قبیل سے ہیں۔ جب کہ اب تک ہماری پوری کوشش یہی رہی ہے، بلکہ انشاء اللہ العزیز آگے پوری کتاب میں بھی رہے گی، کہ تفسیر کے سب سے پہلے اور بنیادی اصول کے مطابق الفاظ قرآنی کو صرف ان کے حقیقی معانی ہی پر محمول کرتے ہوئے "القرآن یفسر بعضه بعضا" (قرآن کا بعض حصہ بعض دوسرے حصے کی تفسیر کرتا ہے) کے مطابق ایک مشکل قرآنی بیان کی تشریح وتوضیح ربط آیات کے ذریعے خود اسی کے سیاق وسباق سے یا اس کے دیگر مناسب وموزوں بیانات سے یا خود کسی دوسرے مشکل بیان ہی سے کرتے ہوئے سارے قرآن میں ایک جلیل القدر مقصد کے حصول کی خاطر نہایت حکمت ومصلحت اور منصوبہ بند طریقے سے قصداً بکھیرے ہوئے ان کل پرزوں کو ایک انقلابی فلسفے کے تحت جوڑ کر نوع انسانی کے آگے کلام اللہ کے عظیم ترین علمی اعجاز کی جلوہ گری کی جائے۔

چنانچہ باری تعالیٰ کی اپنے احکامات وارشادات کو جزوی طور پر سارے قرآن میں دیدہ ودانستہ بکھیر دینے کی ٹھیک یہی حکمت عملی اس کے دیگر سارے ہی مضامین ومباحث میں بھی اسی درجے میں پائی جاتی ہے۔ چاہے ان کا تعلق طہارت، نماز، روزہ، زکاۃ، حج، نکاح، طلاق، نفقہ، وراثت وغیرہ شرعی احکام سے ہو یا فکری ونظریاتی امور سے، اعتقادات واخلاقیات سے ہو یا معاملات سے، قصص النبیین سے ہو یا تاریخ امم سے، کوئی بھی امر ایسا نہیں ہے کہ اس کے متعلق سارے احکام وارشاداتِ اس میں یکجا طور پر بیان کر دیئے گئے ہوں۔ اب اگر روزمرہ کے ان شرعی امور ومسائل ہی میں اس طرز تعبیر کو ترجیح دی گئی ہے تو فکری ونظریاتی اور علمی واعجازی علوم ومعارف کا کیا کہنا؟

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط و ترتیب : حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی
مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

مکافاتِ عمل اور صدقات جاریہ

نحمدہٗ و نصلی علی رسوله الکریم اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم. رب هب لی من لدنک ذرية طيبه انک سميع الدعا (ال عمران)

ترجمہ: ''اے پروردگار! ہم کو آپ عطا فرما اپنی طرف سے نیک اولاد۔ آپ ہی تو دعاؤں کے سننے والے ہیں۔''

وعن ابی ہریرۃؓ ان رسول صلعم قال اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الامن ثلثة اشياء من صدقة جارية او علم ينتفع منه اوولد صالح يدعواله (ابی داؤد ج ۲)

ترجمہ: ''حضرت ابو ہریرہؓ نے حضور ﷺ سے روایت نقل فرمائی ہے کہ جب انسان مرجاتا ہے، مرنے کے بعد ان کے نیک اعمال کا ثواب مسلسل جاری نہیں رہتا، مگر تین کاموں کا ثواب بند نہیں ہوتا بلکہ ان کا ثواب برابر جاری رہتا ہے۔(۱) صدقہ جاریہ (۲) وہ علم جس سے نفع حاصل کیا جارہا ہو (۳) اور نیک اولاد (جو اس کے مرنے کے بعد) اس کے حق میں دعا کرتی رہے۔''

نیک اولاد کی دعا:

محترم حاضرین! ابتداء میں جو آیت کریمہ میں نے تلاوت کی' یہ حضرت ذکریاؑ کی وہ دعا ہے جو انہوں نے نیک اولاد کے حصول کیلئے رب العزت سے مانگی۔ اسی طرح سیدنا ابراہیمؑ کی اولاد کے بارے میں دعا قرآن مجید کی سورۃ صافات میں آپ پڑھتے رہتے ہیں کہ رب هب لی من الصالحين اے رب تو ہمیں نیک اولاد عطا فرما۔ ہمیشہ آپ کو عرض کرتا ہوں کہ اللہ کی لاتعدو لاتحصیٰ نعمتوں میں ایک عظیم نعمت اولاد کا حاصل ہونا ہے۔ ایک شخص کے پاس دنیا و مافیہا اور اسکے خزانوں کے انبار لگے ہوں مگر اولاد نہ ہو' جب وہ اولاد کے نہ ہونے کا تصور کرتا ہے' تو اس کی تمام خوشیاں ماند پڑ کر نہ اس کے دل کا سرور اور قرۃ العیون ہوتا ہے اور نہ زندگی میں وہ چہل پہل اور چہرے پر مسرت اور خوشی کے آثار جو اولاد جیسی نعمت کی موجودگی سے ہوتی ہے۔

مقصد حیات:

رب العزت نے کائنات اور اس میں پیدا کئے تمام اشیاء حضرت انسان کیلئے پیدا فرمائے۔ انسان کے پیدا

ہونے سے پہلے عالم دنیا کی صورت میں کروڑوں نعمتوں کا عظیم دستر خوان پیدا فرما کر اشرف المخلوقات کی آرام و سہولت کیلئے ہر چیز مہیا کر دی تا کہ انسان پیدائش کے بعد مکمل طور پر اپنے غرض تخلیق یعنی اپنے خالق و مالک کے عبادت میں منہمک رہے' کیونکہ انسان کے دنیا میں آنے کا مقصد ہی اپنے رب کی عبادت ہے۔ارشاد باری ہے:

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون

کہ میں نے نسل انسانی کو صرف اور صرف اپنی تابعداری اور فرمانبرداری کیلئے خوبصورت جسم و وجود سے نوازا۔

یہ دنیا اور اس میں جو کچھ ہے یہ انسان کے خدام ہیں۔سب انسان کیلئے پیدا کئے گئے اور انسان کو اللہ نے صرف اور صرف اپنی عبادت کے لئے تمام انعامات واکرامات سے مالامال کر دیا۔

ہر گھڑی کا حساب لیا جائے گا:

بدقسمتی سے ہم یہ سمجھ بیٹھے کہ ہم دنیا کیلئے پیدا ہوئے ہیں۔ ہمارا لمحہ لمحہ خالق کل کے رضا و خوشنودی میں خرچ ہونے کی بجائے دنیا کے حصول اور مخلوق کو راضی کرنے میں استعمال ہو رہا ہے۔ ہم بالکل بھول گئے کہ اس چند روزہ زندگی کی ہر گھڑی کا ہم نے رب العزت کے سامنے جواب دینا ہے کہ بلوغ کے بعد موت تک کے لحات ہم نے ایسے کون سے اعمال کئے جو اللہ کے حکم کے مطابق تھے اور وہ اعمال کون سے ہیں جن کی بجا آوری سے منعم حقیقی کی صریح خلاف ورزی ہو رہی تھی۔

دنیا آخرت کی کھیتی ہے:

کاش ہمارے سامنے ہر وقت ملحوظ خاطر رہتا کہ یہ دنیا جس کے معنی ہی قریب ہونے کے ہیں اس کے بعد آنے والا جہاں آخرت ہے یہ دونوں آپس میں انتہائی قریب ہیں۔اس میں ملنی والی چند سالہ زندگی مرضیات ربانی پر چلنے اور گناہوں سے بچنے کیلئے ہے۔یہاں جو کچھ بویا' موت کے بعد ایک ایک عمل کا حساب دینا ہے۔جیسے عمل ہوگا ویسے جزا ہوگی۔حضور ﷺ کے ارشاد ''الدنیا مزرعة الاخرة'' یہ دنیا آخرت کے لئے ایک کھیتی کی مثال ہے۔

مکافات عمل:

اگر احکام الٰہی مان لئے تو اپنی آخرت بھی سنوار دی۔اگر ان سے انحراف کیا اور خواہشات نفس کی اتباع میں زندگی کا یہ قلیل عرصہ گزار دیا تو اپنی عاقبت خود خراب کر دی' کھیت میں غلہ و میوہ جات بوئے تو جس دن اور لوگ اپنے کھیتوں سے قیمتی پیداوار کاٹیں گے تو اعلیٰ چیز پیدا ہونے والے تخم بونے والا بھی اعلیٰ فصل کاٹے گا اور جو اعلیٰ فائدمند چیز کی بجائے کانٹے دار بیکار فصل کے تخم بوئے گا' اس کے نتیجہ میں بھی اسے بے فائدہ و بیکار حاصلات ملنے ہی ہیں۔انجام اور نتیجہ کا انحصار بیج پر ہے۔		گندم از گندم بروید جو از جو		از مکافات عمل غافل مشو

گندم کا بیج ڈالو گے گیہوں اُگے گا' کیکر کا بیج ڈالو گے کانٹوں سے بھرا درخت اُگے گا۔معلوم ہوا آخرت کے بننے اور

بگڑنے کا دارومدار دنیا پر ہے۔ ان دونوں کا آپس میں ارتباط ہے۔ یہ تصور غلط ہے کہ دنیا کا تعلق آخرت سے نہیں اور آخرت کا تعلق دنیا سے نہیں۔ مالک الملک نے دنیا میں رہنے کے تمام طور وطریقے بتلا دیئے اسی طرح پیغمبر انقلاب ﷺ نے قدم قدم پر دنیا میں رہنے کے ڈھنگ بتلاتے ہوئے خوب وضاحت فرمائی کہ دنیا میں عیش وآرام سے زندگی بسر کرو اتنا کماؤ کہ خود کھا کر اوروں کو بھی کھلا سکو۔ مگر دنیا میں اس قدر منہمک ہونے سے منع فرمایا کہ موت کو بھول جاؤ۔

اسلام میں رہبانیت کی گنجائش نہیں:

اسلام افراط وتفریط سے خالی ایک ایسا جامع اور ہر دور میں قابل عمل مذہب ہے جس میں نہ یہ تصور ہے کہ سرے سے دنیا کی کوئی حقیقت ہی نہیں بس ایک گزرگاہ ہے۔ جیسے ویسے بھی ہو یہ قلیل عرصہ گزارا جائے۔ چاہے دوسرے کے دروازہ پر دستک دے کر بھیک مانگنے پر گزارہ کیوں نہ کیا جائے۔ دنیا کی نعمتوں سے جائز فائدہ حاصل کرنا اپنے آپ پر شجر ممنوعہ قرار دے کر یہ نظریہ لے کر بیٹھ جائیں کہ بس آخرت میں پہونچ جائیں گے۔ دنیا میں زندگی کے بارہ میں یہ تصور ''رہبانیت'' ہے جو بقول آنحضرت ﷺ ''لا رھبانیۃ فی الاسلام'' اسلام میں ترک دنیا یعنی رہبانیت کا قطعاً جواز نہیں۔ رب کائنات کے احکامات اور آنحضرت ﷺ کی تعلیمات کا نچوڑ یہی ہے کہ اسلام کے دعویدار و آپکی آخرت اسی دنیا پر موقوف ہے جو اعمال وافعال یہاں ادا کرو گے۔ آخرت کے خیر وشر کا نتیجہ انہی اعمال سے نکلے گا۔

نیت کی اہمیت:

اصلی چیز انسان کی نیت ہے' دنیاوی عمل میں نیت اتباع نبوی ہو تو یہی دینوی عمل سے آخرت میں کامیابی حاصل ہوگی۔ دنیا میں ہر انسان کے زندہ رہنے کا دارومدار کھانے پر ہے ہر کوئی کھاتا پیتا ہے' مگر جس نے کھانا اس نیت سے کھایا کہ بدن میں غذا داخل ہو تا کہ قوت حاصل ہونے پر عبادت صحیح طریقہ سے ادا کرسکوں' یہی دینوی عمل عبادت و ذخیرہ عقبیٰ بن گیا۔ جس نے یہ نیت نہ کی بھوک تو اس کی بھی ختم ہوئی اور ہر حیوان اپنے اپنے انداز اور مناسبت سے کھاتا پیتا ہے لیکن اس حیوان کا کھانا نہ عبادت بنتا ہے اور نہ آخرت میں اجر وثواب کا باعث۔ اگر ایک مسلمان نے یتیم کے سر پر شفقت ومحبت سے ہاتھ اس نیت سے رکھا کہ ہمارے آقا اور رہبر انسانیت کا ارشاد ہے کہ جس نے یتیم کے سر پر ہاتھ اس انداز سے رکھا تو جتنے بال ہاتھ کے نیچے آئے ہر بال کے عوض نیکی اس کے حسنات کے رجسٹر میں لکھی جائے گی۔ یہی دینوی عمل نیت کی درستگی کی وجہ سے ذخیرہ آخرت بن گیا۔

دنیا خادم ہے مخدوم نہیں:

ذہن میں آنکھوں کے سامنے ہر وقت یہ ارشاد ملحوظ رہتا ہے کہ ان الدنیا خلقت لکم وانتم خلقکم للآخرۃ. ''دنیا تمہارے لئے پیدا کی گئی ہے' اور تم آخرت کیلئے پیدا کئے گئے ہو۔''

غیر مسلم اور مسلم کا فرق یہی ہے کہ یہ دنیا جو اللہ نے تمہارے خادم کی حیثیت سے پیدا کی اس میں رہ کر خدا کی

یاد کرو‘ ماموراتِ پر عمل اور منکرات سے بچتے رہو یہ نہیں کہ دنیا کو مخدوم جان کر خدا کی یاد سے بالکل غافل اور آخرت کو بھول جاؤ‘ ہر قسم کی جائز اور حلال روزی کمانے کی اجازت ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس دوران دل خوف خدا سے معمور ہو‘ غیر دنیا کو مخدوم سمجھ کر اپنے خالق حقیقی اور مالک سے غافل رہتا ہے۔ مسلمان دنیا کا استعمال اللہ کی مرضیات کیلئے کرتا ہے اور کبھی دنیا کو آخرت پر ترجیح نہیں دیتا۔

دنیا آخرت کا وسیلہ ہے

بات طویل ہوگئی‘ بہر حال یہ دنیا دارالعمل اور امتحان گاہ ہے‘ دنیا آخرت کا وسیلہ ہے۔ قرآن میں اسی دنیا کی تعریف بھی کی گئی اور مذمت بھی۔ ارشاد باری ہے "انما اموالکم و اولادکم فتنہ" تمہاری اولاد اور اموال تمہارے لئے آزمائش ہیں۔ اگر ان کی تربیت‘ کمائی اور استعمال شریعت کے مطابق تو نجات ہی نجات اور اگر غیر شرعی انداز اختیار کیا تو دنیا و آخرت کی ناکامی۔ ایک اور مقام پر حضورﷺ کا ارشاد: نعم المال الصالح للرجل الصالح ترجمہ: ''ایک نیک انسان کا اچھا مال اس کی بہترین کمائی اور مال ہے۔''

جس جگہ اولاد کی تربیت رضائے خداوندی کے مطابق نہ ہو اور مال میں جائز و ناجائز کی تمیز نہ ہو‘ وہ قابل مذمت اور جہاں خدا کی رضا مطلوب ہو وہ مال بھی مبارک اور جس اولاد کی تربیت شرعی انداز سے ہو وہ اولاد بھی تعریف کی مستحق اور والدین و سرپرست بھی داد و تحسین کے حقدار۔

اعمال صالحہ کا کھاتہ:

لیکن یہ بات یاد رکھیں ان تمام اعمال و کردار کا تعلق صرف دنیا تک ہے‘ مثلاً نماز جیسی اہم عبادت کا تعلق دنیا سے ہے‘ دنیا میں نماز کی پابندی ہے‘ وہی نماز آخرت میں ذریعہ نجات ہوگی۔ جب انسان کی روح قبض ہوئی‘ وہ سلسلہ کٹ گیا‘ نماز پڑھنے پر جو ثواب اور اجور ملنے تھے ان کا رجسٹر بند ہوا۔ گویا بنک میں ایک کھاتہ دار کی رقم جمع کرنے کی کھڑکی اس وقت تک کھلی رہتی ہے جب تک وہ زندہ اور رقوم جمع کرتا رہے۔ جب اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر جائے اس کی وہ کھڑکی بھی بند ہو جاتی ہے‘ کیونکہ رقم جمع کرنے والا نہ رہا‘ تو اس کی رقم جمع کرنے کا سوال ہی نہ رہا۔

موت کے بعد اعمال منقطع ہو جاتے ہیں:

یہی کیفیت روزوں‘ حج و دیگر عبادات کی ہے کہ یہ تب وسیلہ آخرت بنتے ہیں جب دنیا (جو کہ عمل کی جگہ ہے) میں کئے جائیں۔ کیونکہ اس کے بعد جو مرحلہ عالم برزخ سے شروع ہوتا ہے۔ عالم برزخ جس کا ظہور قبر کی صورت میں ہوتا ہے‘ یہی آخرت کی وہ پہلی سیڑھی ہے کہ جس کے قدم خدانخواستہ یہاں ڈگمگا گئے اس کے نصیب میں پھر ذلت وخواری ہے اور جس نے اس موقع پر شیطان سے بچ کر رحمان کی رضامندی کا ثبوت دیا اس کے لئے قبر روضۃ من

ریاض الجنۃ کا مصداق بن کر مزوں پر مزے کرے گا۔ خلاصہ یہ کہ عمل کرنے کا سلسلہ عزرائیلؑ کے انسانی روح قبضہ میں لینے کے بعد منقطع ہوا۔ اب آگے نئے عالم سے دنیا میں کیئے ہوئے اعمال کے نتائج کا سامنا کرنا ہے۔

تین خوش نصیب مسلمان:

اسکے باوجود دنیا کے کھربوں کروڑوں انسانوں میں سے تین قسم کے ایسے خوش قسمت مسلمانوں کی ہے جن کے اعمال حسنہ کی کھڑکی موت کے بعد بھی کھلی رہے گی۔ جن کا ذکر خطبہ کے ابتداء حدیث طیبہ کی صورت میں بیان کر چکا ہوں۔ جس میں پہلا ذکر صدقہ جاریہ کا ہے۔ ایسے صدقات جن کا اجر موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔ قرآن وحدیث میں انکا ذکر بکثرت موجود ہے۔ یہاں ان کی تعداد بیان کرنا مقصود نہیں' صرف بطور مثال ایک دو صدقات کے ذکر پر اکتفا کرتا ہوں۔ جیسے ایک شخص اللہ کی خوشنودی کیلئے مسجد بنائے یا مسجد کی تعمیر میں حصہ لے اس مسلمان کیلئے جنت میں اسی کے مثل مکان بنا دیتا ہے۔ نیز جب تک یہ مسجد موجود ہے اسمیں جو عبادات ہورہی ہیں جتنے نمازی نماز ادا کرتے ہیں ان عبادات اور نمازیوں کے امور میں یہ مرنے والا نیک بخت بھی شریک اور بعد از مرگ اسے برابر بدلہ مل رہا ہے۔

وہ اعمال جو صدقہ جاریہ بن جاتے ہیں:

حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے: **عن جابر رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ مامن مسلم يغرس غرسا الا كان ما اكل منه صدقه ' وما سرق منه له صدقه' وما اكل السبع منه فهوله صدقة ولايرزؤه احد الاكان له صدقة (رواه مسلم)**

حضرت جابرؓ آنحضرت ﷺ سے روایت کررہے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا' جس مسلمان نے درخت لگایا' پھر اس سے جتنا حصہ کھالیا جائے' وہ درخت بونے والے کے لئے صدقہ ہوجاتا ہے' اور جو اس میں سے چرالیا جائے وہ بھی اس مالک کیلئے صدقہ ہوجاتا ہے (اگر چہ چور چوری کرکے لے گیا' مگر مالک کے لئے وہ بھی صدقہ بن کر اجر کا ذریعہ بن گیا) اور جو کچھ اس سے درندے کھا جاتے ہیں' وہ مالک کے لئے صدقہ کی حیثیت اختیار کرلیتا ہے۔ اور اگر اس سے پرندے کچھ کھالیتے ہیں' وہ بھی درخت لگانے والے کے حق میں صدقہ بن جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ جو کوئی اس درخت سے کچھ لیکر اسے کم کردیتا ہے' وہ اس درخت کے مالک کے لئے اس کے صدقات کے نامہ اعمال بھی لکھ دیئے جاتے ہیں۔

سایہ کا اہتمام صدقہ جاریہ ہے:

یہاں یہ بھی یاد رکھیں اگر کسی مسلمان نے کسی ایسی جگہ درخت لگائے جہاں لوگوں کیلئے سورج کی گرمی سے بچنے کیلئے سایہ کا بندوبست نہ ہو لوگ آرام یا اپنے حوائج کیلئے اس سایہ دار درخت کے نیچے ٹھہر کر اطمینان وسکون حاصل کرتے ہیں۔ یا ایسے جگہ جہاں لوگوں کو پانی جیسی اہم ضرورت کے حصول میں پریشانی اور مشکل درپیش ہو' اپنے طرف

سے کنویں کا بندوبست کرے، کسی مدرسہ اور دینی ادارہ جہاں اللہ اور اس کے رسول کے احکامات و تعلیمات کے پھیلانے کا مشغلہ جاری ہو اس کے تعمیر، طلباء کی ضروریات وغیرہ میں اپنے حلال کمائی سے حصہ دار بن جائے۔ جب تک یہ میوہ دار، سایہ دینے والا درخت، لوگوں یا حیوانات سے پیاس بجھانے کا ذریعہ اور ادارہ جس میں قال اللہ اور قال الرسول کی صدائیں گونج رہی ہیں۔ اس کار خیر کرنے والے کو اس کے دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی اجر و ثواب کا اس کے کھاتے میں جمع ہونے کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

صدقہ جاریہ سات سو گنا تک بڑھ جاتا ہے:

اعمال صالحہ میں صدقات کو رب کائنات اور رحمۃ دوعالم صلعم ﷺ نے ایسی نیکی قرار دیا جس کے اجر و ثواب مسلسل بڑھتے رہتے ہیں۔ جو کئی کئی گنا تک پہونچ جاتے ہیں۔ ارشاد نبوی ہے:

وعن ابی امامة قال قال ابو ذر یا نبی اللہ أرء یت الصدقة ماذا ھی قال اضعاف مضاعفه وعنداللہ المزید (رواہ احمد)

ترجمہ: ''حضرت ابوامامہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوذرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے بتا دیجئے کہ صدقہ کا ثواب کتنا ملتا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا ثواب کئی کئی گنا' بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے بھی زیادہ ہے۔''

احادیث میں کئی گنا کی مقدار دس گنا سے سات سو گنا تک معلوم ہوتی ہے۔ بلکہ رب العالمین کے اس فرمان کہ **واللہ یضاعف لمن یشاء** اس سے بھی زیادہ ہوسکتی ہے۔ جیسے اس کی رحمت و کرم کی کوئی انتہا اور کنارہ نہیں۔

اسی طرح اس کی شان رحیمانہ سے بھی بعید نہیں کہ وہ صدقہ کے بدلہ کو ہزاروں بلکہ لاکھوں سے بھی بڑھا دے۔ اسکی شان تو ایسی عجیب اور نرالی ہے کہ رحمۃ للعالمین کے ارشاد کے مطابق جو مسلمان اپنے بیوی بچوں' والدین اعزہ و اقرباء پر جو کچھ خرچ کرتا ہے اس میں اگر ثواب کی نیت کرے (کہ اس عمل میں بھی اللہ کے حکم کی تعمیل اور اس کی خوشنودی مراد ہو) یہ اخراجات اس کے حق میں صدقات بن جاتے ہیں۔ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ ہر وہ عمل جس کا دین کیساتھ ٹھکراؤ نہ ہو بظاہر غیر عبادت ہوتے ہوئے بھی اگر اس میں نیت اللہ کی رضا کا ہو' تو وہ عبادت بن جاتا ہے' مسلمانوں کی بدقسمتی نہیں تو اور کیا کہا جائے کہ رحمت و شفقت سے بھرپور اس آسان دین کو بھی اپنے شقاوت قلبی کیوجہ سے ناقابل عمل اور مشکل سمجھ کر غفلت کے راستے اختیار کر لئے۔

علم اور عمل صالح صدقہ جاریہ ہیں:

دوسرا عمل جس کا اجر موت کے بعد بھی جاری رہے گا۔ وہ عالم جس نے علوم ربانی خلوص نیت سے حاصل کر کے خود بھی اس پر عمل کرتا رہا' اور ان علوم کو صرف اپنے آپ تک محدود رکھنے کی بجائے اپنی زندگی ہی میں اسے مزید

پھیلا کر اور مسلمانوں کو بھی ان سے فیضیاب ہونے اور نفع حاصل کرنے کے مواقع میسر فرمائے۔ایسے علم کا حاصل ہونا اللہ کا وہ کرم اور احسان ہے جس کا تمام عمر سر بسجود رہ کر بھی شکریہ ادا کرنا ممکن نہیں۔مالک الملک کا ارشاد ہے:

من یرد اللہ بہ خیراً یفقہ فی الدین یعنی جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کرنا چاہتے ہیں' اس کو دین کی سمجھ عطا فرمادیتے ہیں۔یہ تب ہے جب اس علم کو اوروں تک پہونچایا جائے۔ورنہ ارشاد نبوی کے مطابق یہی وبال جان بھی بن سکتا ہے' فرمایا کہ جس سے کوئی دین کی بات پوچھی جائے اور وہ اس کو نہ بتائے تو قیامت کے دن اس کو آگ کی لگام پہنائی جائیگی' گویا ایسا علم' علم نافع ہی نہیں' علوم وفنون کے ڈھیر سارے کتب پڑھ کر جائز و ناجائز کے درمیان امتیاز صرف اس وجہ سے نہ ہو کہ رسم ورواج کا خوف یا نفس امارہ بالسوء کی پیروی مقصود ہو تو اس عالم کو عالم اور علم کو علم کہنا عالم وعمل کی بے حرمتی اور توہین ہے۔

والدین سے حسن سلوک:

تیسرا عمل جو والدین کے لئے بعد از مرگ بھی نفع پہونچاتا ہے وہ یہ کہ انکی وفات کے بعد بھی انکی بخشش کی دعائیں کی جائیں۔والدین سے حسن سلوک کے بارہ میں کئی خطبات میں قرآن واحادیث کی روشنی میں تاکیدات اور اسپر مرتب ہونے والے درجات کا آپ سنتے رہتے ہیں: ارشاد ربانی ہے:

وقضی ربک اللہ تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا.

ترجمہ: اور تیرے رب کا حکم ہے کہ اس کے علاوہ اور کسی کی عبادت نہ کی جائے اور والدین کے ساتھ بہترین سلوک کیا کرو۔دوسرے مقام پر ارشاد باری ہے:

ان اشکرلی ولوالدیک الی المصیر فرمایا کہ تو میری اور اپنے والدین کی شکر گزاری پر عمل کرتے رہو۔(ایک دن تم کو) میری ہی طرف واپس لوٹ کر آنا ہے۔

محترم حضرات واپس لوٹنے کا مطلب یہ کہ جب روز قیامت چھوٹے سے چھوٹے عمل کی جواب دہی ہوگی وہاں ان دو حکموں کی ادائیگی پر سخت باز پرس ہوگی۔

والدین کیلئے دعائے مغفرت کا اہتمام:

جہاں قرآن وحدیث میں والدین کے حقوق وآداب کا ذکر ہے' اس سے صرف یہ نہ سمجھا جائے کہ احکامات وحقوق کا تعلق صرف ان کی زندگی تک ہے' موت کے بعد ختم۔یہ نہیں بلکہ حکم یہ ہے کہ جب اولاد اپنے لئے دعا کرے' تو والدین کے لئے مغفرت کرنا بھی ان کے حقوق میں شامل ہے۔قرآن کریم میں آپ نے حضرت نوحؑ کی والدین کے لئے دعا **رب اغفرلی ولوالدی** کی صورت میں پڑھی ہوگی۔کہ اے میرے رب میری بخشش فرما اور میرے والدین کی بھی' مغفرت میں اپنے آپ کو پہلے اور والدین کو بعد میں ذکر کرنے کے حقیقی اسرار ورموز میں اس عظیم کلام کے خالق

وما لک رب العالمین ہی بہتر جان سکتے ہیں مگر بزرگوں نے امکان کی حد تک جو وجوہات ذکر فرمائے ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ جب پہلے دعا کرنے والا خود بخشش پا کر گناہوں سے پاک ہوجاتا ہے تو اسکے بعد دوسرے کیلئے دعا بھی قبولیت کا درجہ حاصل کرلیتی ہے' گویا اس اپنے آپ کو آگے اور والدین کو بعد میں ذکر کرنے میں بھی ان کی فوقیت اور عظمت کا اشارہ ہے' اسی انداز میں دعا ہم سب مسلمانوں کے روحانی جدامجد حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے بھی فرمائی۔ جو قرآن مجید میں ذکر ہے۔

ربنا اغفرلی ولوالدی وللمومنین یوم یقوم الحساب

ترجمہ: اے میرے پروردگار مجھے بخشش دیجئے' اور میرے ماں باپ کو بھی حساب کتاب (یعنی) قیامت کے دن۔

ہمارے لئے غور کرنے کا مقام کہ اللہ کے اولوالعزم اور محبوب ترین انبیاء کرام جب اپنے ادعیہ میں ہر وقت اپنے مجازی پالنے والوں کو التزام سے یاد فرماتے ہیں' تو ہم جیسے گناہ گار جن سے ہزاروں موقعوں پر والدین کی نافرمانی اور گستاخی کرنے کے امکانات موجود ہیں۔ کیا ہمیں زیب دیتا ہے کہ ان کو اپنے دعاؤں میں بھلادیں۔

والدین کیلئے دعا کی نعمت سے محروم تنگ دست رہیں گے:

علماء نے بعض صحابہ کے واسطہ سے حضور کا یہی ارشاد ذکر فرمایا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو اولاد والدین کیلئے دعا کرنے کی نعمت سے محروم ہو' وہ ہمیشہ تنگ دستی کا شکار رہتے ہیں۔ نیز جس کے والدین اس دار فانی سے دار بقاء کی طرف منتقل ہوچکیں ہوں اور والدین ان سے ناراضگی کی کیفیت میں جدا ہوئے تو ان کو تین اعمال سے راضی کیا جاسکتا ہے۔ ایک یہ کہ وہ خود ایسے سیرت اور اعمال پر کاربند ہوں جو شریعت مطہرہ کے مطابق ہوں' دوم یہ کہ والدین کے رشتہ داروں' دوستوں سے ناطہ توڑنے کی بجائے مزید مضبوط کرے' سوم یہ کہ اپنے والدین کیلئے مغفرت کی دعاؤں پر کاربند رہے' مرنے کے بعد جو اعمال باقی و جاری رہتے ہیں ان میں ایک یہی نیک و باکردار اولاد جو تمام زندگی والدین کے بخشش و رفع درجات کے لئے دعا گو ہے' بھی شامل ہے گفتگو کا سلسلہ طویل ہوا۔ اب تین قسم کے صدقات جاریہ بالخصوص نیک و عالم اولاد جو والدین کے دل کا اقرار' آنکھوں کی ٹھنڈک کا ذریعہ دنیا میں بھی ثابت ہوجائے اور والدین کے فوت ہونے کے بعد ان کے لئے صدقات جاریہ ثابت ہوں اس کے لئے ماں باپ کو زندگی ہی میں کیا کیا شرعی اصول و راستے اپنانے ہیں' ان شاء اللہ اگر زندگی باقی رہی تو اگلے جمعہ کو ایک جھلک پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔

رب ذوالمنن مجھے اور آپ سب کو صحیح سمت اور شریعت مطہرہ کے مطابق اولاد کی تربیت اور سیرت کی سنوارنے کی استطاعت سے مالا مال فرمادیں۔ (آمین)

جناب ڈاکٹر نثار محمد
ایسوسی ایٹ پروفیسر اسلامیہ کالج پشاور

قرآنی علم الأجنۃ اور جدید تحقیقات

(جنین میں روح کا پھونکنا)

جدید سائنسی آلات کی بدولت جہاں انسان نے اس وسیع وعریض کائنات کے بہت سارے سربستہ رازوں کو آشکارہ کیا۔ وہاں وہ اس قابل بھی ہوا کہ ان آلات کی مدد سے کائنات اصغر (انسان) کے اندر کا مطالعہ کر سکے۔ عرصہ دراز تک ماہرین طب رحم مادر میں نشوونما پانے والے جنین کے بارے میں جاننے کی کوشش کرتے رہے۔ لیکن ان کی یہ کوششیں صدا بصحرا ثابت ہوئیں۔ تا آنکہ مائیکروسکوپ اور الٹراساؤنڈ مشین نے ان کو اس قابل بنادیا کہ وہ جنین کا بغور مطالعہ کر سکے۔ ان آلات کی مدد سے جنین کے بارے میں حیرت انگیز انکشافات ہوئے اور انہی انکشافات نے قرآن کریم کی حقانیت پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ لیکن ان تمام تر انکشافات کے باوجود طبی ماہرین کے لئے ابھی تک یہ بات معمہ بنی ہوئی ہے کہ جنین میں روح کب اور کسی مرحلے پر پھونکی جاتی ہے؟ لیکن آج سے سینکڑوں سال قبل ایک نبی امی ﷺ نے جنین میں روح پھونکنے کے بارے میں اتنی صراحت کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ آج کے طبی ماہرین لامحالہ اس کے ماننے پر مجبور ہیں۔

قرآن کریم میں روح کے معنی:

قرآن کریم نے روح کو تین مختلف معنوں میں استعمال کیا ہے

(۱) حضرت جبرئیل علیہ السلام کے لئے

(۲) قرآن کریم کے لئے

(۳) انسانی جسم میں گردش کرنے والی سرمایہ حیات کے لئے۔

روح کیا ہے؟

جب نبی کریم ﷺ سے روح کے بارے میں پوچھا گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سوال کا نہایت ہی جامع اور مختصر جواب دیتے ہوئے روح کی یوں حقیقت واضح کر دی:

ویسئلونک عن الروح قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلاً (۱)

ترجمہ: ''تجھ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ کہہ دو روح میرے رب کے حکم سے ہے اور تم کو اس بارے میں بہت تھوڑا سا علم دیا گیا ہے۔''

روح ایک لطیف شے ہے اور اس پر جسم کی حرکات وسکنات کا دارومدار ہے' روح حیات کی ابتداء ہے اور اس کے بغیر حیات کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ (۲)

قرآن کریم کی رُو سے روح ایک مجرد جوہر ہے اور اس کا وقوع اللہ کے حکم ''کُن'' پر موقوف ہے۔ گویا روح وہ قوت حیات ہے کہ جب وہ کسی مادی جسم میں داخل ہوجاتی ہے' تو وہ زندہ اور حیات کہلاتی ہے اور جب یہ جوہر (روح) جسم سے نکل جاتی ہے تو حیات کے تمام چراغ گل ہوجاتے ہیں۔ اس لحاظ سے دنیا میں جسم اور روح کا تعلق عارضی ہوتا ہے۔ (۳)

علامہ ابن قیم (۷۵۱ھ) کا کہنا ہے کہ روح کا جاننا وحی کے بغیر ناممکن ہے۔ (۴)

روح کی اقسام:

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے روح کی دو قسمیں بتائی ہیں:

(۱) روح حیوانی: اس سے مراد وہ قوت حیات ہے جو جسم کے ایک ایک جز میں موجود رہتی ہے' اور یہی روح حیوانی جنین کے نشوونما کے ابتدائی دن ہی سے اس کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور یہ جنین کے مکمل انسانی شکل کے حصول تک اس میں رہتی ہے' تا آنکہ جنین تقریباً چار ماہ کی عمر تک پہنچ جاتا ہے۔ (۵)

(۲) روح حقیقی: اس سے مراد وہ روح ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں پیدا کر کے ان سے ''الست بربکم'' کا عہد لیا تھا۔ رحمِ مادر میں جنین کے اعضاء کی تکمیل کے بعد یہی روح حقیقی بحکم الٰہی جنین کے جسم میں داخل ہوکر روح حیوانی سے مل جاتی ہے۔ اور اس اختلاط کے ساتھ ہی جنین میں حیات کے تمام چراغ روشن ہوجاتے ہیں۔ اور انسانی جنین زندہ کہلاتی ہے۔ پھر جب یہ روح حقیقی بہ امرِ الٰہی روح حیوانی سے الگ ہوجاتی ہے تو جسم میں حیات کے تمام چراغ گل ہوجاتے ہیں اور انسان مردہ کہلاتا ہے۔ (۶)

جدید علم الأجنۃ کی اصطلاح میں رحمِ مادر میں جنین کی حرکات وسکنات شروع کرنے کے عمل کو کوئکننگ (Quickening) کا نام دیا گیا ہے۔ عام طور پر جنین (Embryo) الحرث (Implantation) کے چوتھے مہینے میں حرکت (Movement) شروع کر دیتا ہے۔ (۷)

جنین میں روح کب پھونکی جاتی ہے؟

انسانی تخلیق کے مختلف مدارج کا ذکر قرآن کریم میں یوں مذکور ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِينٍ O ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ O ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً

فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ انْشَئْنٰهُ خَلْقًا آخَرَ (۸)

ترجمہ: ''اور ہم نے انسان کو چنی ہوئی مٹی سے بنایا۔ پھر ہم نے اس کو پانی کی ایک بوند کر کے ایک جمے ہوئے محفوظ ٹھکانہ میں رکھا۔ پھر اس بوند سے جما ہوا لہو بنایا۔ پھر جمے ہوئے لہو سے گوشت کی بوٹی بنائی۔ پھر اس بوٹی سے ہڈیاں بنائیں پھر ان ہڈیوں پر گوشت پہنایا پھر اس کو ایک نئی صورت میں اٹھا کر کھڑا کیا۔''

مفسرین قرآن کی ایک معتد بہ جماعت ''ثم انشاء نہ خلقا آخر'' سے جنین میں روح کا پھونکنا مراد لیتے ہیں (۹) کیونکہ ''نشأ'' سے پہلے پہلے والے جتنے بھی مدارج کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کا تعلق جنین کے نشو ونما سے ہے۔ اسی بناء پر نطفہ کے بعد تمام مدارج کے درمیان میں حرف ''فا'' استعمال کیا گیا ہے۔ جو کہ ایک مرحلے کا اختتام اور دوسرے کی فی الفور ابتداء کی نشاندہی کرتا ہے۔ جبکہ ''لحم'' کے مرحلے کے بعد ''ثم'' استعمال کیا گیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ماقبل مدارج اور نشا کے مرحلے کے درمیان کچھ وقفہ ہوتا ہے اور یہی وہ وقفہ ہوتا ہے۔ جس میں رحم مادر کے اندر جنین میں روح پھونکی جاتی ہے۔ عام طور پر ''ثم'' تراخی کیلئے استعمال ہوتا ہے اور یہاں ''ثم'' استعمال کرنے سے اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ ایک غیر ذی روح جماد میں روح ڈالنے کیلئے قیاس عقل میں کچھ مدت درکار ہوتی ہے۔ اس لئے ابتدائی مدارج کے برعکس یہاں ''فا'' کی بجائے ''ثم'' استعمال کیا گیا ہے۔ (۱۰)

یہاں نشأ کے وقت کا تعین بھی ضروری ہے کیونکہ ''نشأ'' کے وقت کا تعین اور جنین میں روح پھونکنے کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہے۔ محققین علما کا خیال ہے کہ نشا کا مرحلہ بارآوری (Fertilization) کے 40-45 ویں دن کے بعد آتا ہے۔ گویا 40 ویں دن کے بعد جنین میں روح پھونکی جاتی ہے۔ اس رائے کی حمایت میں علماء درج ذیل حدیث شریف پیش کرتے ہیں:

عن عبداللہ ابن مسعودؓ قال سمعت رسول اللہ (ﷺ) یقول اذا مر بالنطفة اثنتان واربعون لیلة بعث اللہ الیها ملکاً فصورها وخلق سمعها و بصرها وجلدها ولحمها وعظلها...... یزید علی امر ولا ینقص (۱۱)

ترجمہ: عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب نطفہ پر ۴۲ راتیں گزر جاتی ہیں تو اللہ اس کے پاس ایک فرشتہ بھیجتا ہے اور وہ اسے ایک صورت دے دیتا ہے اور اس کے کان، آنکھیں، جلد اور ہڈیاں بنا دیتا ہے...... پھر فرشتہ ہاتھ میں صحیفہ لئے نکل جاتا ہے۔ اور اس کے بعد نہ تو اس میں اضافہ کیا جا سکتا ہے اور نہ کمی۔

درج بالا آیہ کریمہ اور اس حدیث شریف کا اگر موازنہ کیا جائے تو یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے۔

(۱)　آیت میں لحم اور عظام (گوشت اور ہڈیوں کے مراحل) کے بعد نشأ (ثم انشأ نہ خلقا آخر) کا

مرحلہ بیان کیا گیا ہے۔

(ب) حدیث شریف میں گوشت اور عظام کے بعد فرشتہ جنین کے مستقبل کے بارے میں کچھ باتیں لکھ کر صحیفہ بند کر دیتا ہے۔ گویا حدیث شریف میں بھی لحم اور عظام کے مراحل کے بعد "نشا" ہی کا تذکرہ ہے۔ اور نشا روح کے پھونکنے کا مرحلہ ہوتا ہے' لیکن ایک اور حدیث شریف میں بحیثیت مجموعی تمام مدارج کا ۴۰ دنوں میں تکمیل کی رائے سے اختلاف نظر آتا ہے۔ بلکہ اس حدیث شریف میں ہر مرحلہ کے لئے الگ الگ ۴۰ دنوں کا تعین کیا گیا ہے۔ حدیث ملاحظہ ہو:

عن عبداللہؓ قال حدثنا رسول اللہ ﷺ ان احدکم یجمع خلقه فی بطن امه اربعین یوماً ثم یکون فی ذالک علقة مثل ذالک ثم یکون فی ذالک مضعة ثم یرسل اللہ الملک فینفخ فیه الروح ویؤمر باربع کلمٰت بکتب رزقه واجله وعمله وشقی او سعید (۱۲)

ترجمہ: حضرت عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یہ بات بتائی ہے کہ تم میں سے ہر ایک کی تخلیق کے تمام مواد اسکی ماں کے پیٹ میں ۴۰ دنوں میں جمع کیے جاتے ہیں۔ پھر "اسی طرح" اس میں علقہ بن جاتا ہے۔ پھر "اسی طرح" اسمیں مصغہ بن جاتا ہے' پھر اللہ ایک فرشتے کو بھیج دیتے ہیں اور اسمیں روح پھونکی جاتی ہے' اور چار باتوں کا حکم دیا جاتا ہے' اسکے رزق اس کی موت اس کے عمل اور اس کے بد بخت یا خوش بخت ہونے کے بارے میں لکھا جاتا ہے۔

اس حدیث شریف میں "ثم یکون فی ذالک" اور "مثل ذالک" قابل توجہ الفاظ ہیں۔ محدثین اور مفسرین نے ان الفاظ پر کافی بحث کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اس سے مجموعی طور پر چالیس دن مراد نہیں ہیں' بلکہ الگ الگ چالیس دن مراد ہیں۔ یعنی بار آوری کے بعد ۴۰ دنوں تک اسکے تخلیق کے تمام مواد جمع کیے جاتے ہیں پھر دوسرے ۴۰ دنوں میں اس سے علقہ بن جاتا ہے۔ اور پھر تیسرے ۴۰ دنوں میں وہ جنین علقہ سے مصنفہ میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ گویا نطفہ سے مصنفہ بننے تک کل ۱۲۰ دن لگتے ہیں اور ۱۲۰ ویں دن یا اسکے فوراً بعد جنین میں روح پھونکی جاتی ہے۔ اگر درج بالا رائے کا قرآن کریم کے اس آیت سے موازنہ کیا جائے۔ جس میں ایک بیوہ عورت کی عدت کیلئے ۴ ماہ ۱۰ دن مقرر کی گئی ہیں۔ (۱۳) تو پھر ۱۲۰ دنوں کے بعد جنین میں روح پھونکنے کی بات کافی وزنی معلوم ہوتی ہے۔

علماء کا خیال ہے کہ ۴ ماہ اور ۱۰ دن مقرر کرنے کا مقصد یہ ہے' کہ اگر عورت کے پیٹ میں بچہ ہے تو چوتھے مہینے بچے کی حرکتیں محسوس کر سکتی ہے' جدید طبی اصطلاح میں بچے کے ان حرکات وسکنات کو کوئکننگ (Quickening) کہا جاتا ہے (۱۴)

نہایت ہی حساس الیکٹرانک کیمروں کی مدد سے رحم مادر میں بچے کی مختلف مراحل پر تصویریں کھینچی گئی۔ جن کی مدد سے تحقیق وجستجو کا ایک نیا باب کھل گیا۔ ان تصویروں میں رحمِ مادر میں ساڑھے چار ماہ کا ایک بچہ اپنا انگوٹھا چوستے ہوئے

دیکھا گیا ہے۔اسی طرح ایک اور تصویر میں اتنی ہی مدت کا ایک بچہ حبل السرۃ (Umbilical Cord) سے کھیلتے ہوئے پایا گیا ہے۔ (۱۵)

ان تصاویر کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ رحم مادر میں جنین (Embryo) کے جسم کے اندر چوتھے مہینے (۱۲۰ دن) میں روح پھونکی جاتی ہے' تب کہیں جا کر بچہ انگوٹھا چوسنے یا حبل السرۃ سے کھیلنے کے قابل ہوا۔

علامہ ابن کثیر (۷۷۴ھ) نے حضرت علیؓ کے حوالہ سے ایک روایت نقل کی ہے۔ لکھتے ہیں:

اذا اتت علی النطفة اربعة اشهر بعث الله اليها ملكاً فنفخ فيها الروح فی ظلمٰت ثلاث فذالک قوله " ثم انشأ نه خلقاً آخر (۱۶)

ترجمہ: جب نطفہ پر چار ماہ گزر جاتے ہیں تو اللہ ایک فرشتے کو بھیج کر تین اندھیروں کے اندر اس جنین میں روح پھونک دیتے ہیں۔ثم انشأ نه خلقاً آخر کے یہی معنی ہیں۔(☆)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر جنین میں روح چوتھے مہینے پھونکی جاتی ہے' تو پھر ان چار ماہ سے قبل جنین بغیر روح کے زندہ کیسے رہا۔ حالانکہ اس دوران جنین کی باقاعدہ نشوونما (Growth) ہو رہی ہوتی ہے اور آئے دن بہتر سے بہتر شکل اپناتا جاتا ہے؟

جنین میں نفخ روح اور اس کی نشوونما پر کچھ عرض کرنے سے قبل 'حیات' (Life) کو سمجھنا بہت ضروری ہے

حیات کی تعریف:

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا نے حیات (Life) کی درج ذیل تعریف کی ہے:

"Any system capable of performing a number of such functions as eating, metabolizing, exercting, breathing, moving, growing, reproducing and being responsive to external stimuli" (۱۷)

یعنی کوئی بھی نظام جو کہ مختلف امور کے انجام دہی کے قابل ہو' مثلاً کھانے پینے' استحالہ غذا' استخراج' سانس لینے' حرکت کرنے' بڑھنے' اپنی نسل کو آگے بڑھانے اور کسی بیرونی تحریک پر ردعمل ظاہر کرنے کی استعداد رکھتا ہو (وہ زندہ/حیات کہلاتا ہے)

درج بالا تعریف کی روشنی میں اگر کسی مشین (جس میں یہ خوبیاں ہو) کو اس پر پرکھا جائے تو اسے زندہ کہنا چاہیے تھا' لیکن کوئی بھی ذی شعور اسے زندہ کہنے کیلئے تیار نہیں ہوگا۔ اس کے برعکس جسم حیوانی (Organism) میں بظاہر حیات کے کوئی آثار نظر نہیں آتے۔ لیکن اسکے باوجود یہ ننھی سی مخلوق زندہ کہلاتی ہے۔ اسی طرح مختلف قسم کے بیجوں میں بظاہر حیات کے کوئی آثار نظر نہیں آتے اور بسا اوقات کئی سالوں تک بغیر استحالہ غذا کے حیات ان میں حیات

خوابیدہ حالت میں پڑی ہوتی ہے اور موافق ماحول میسر آنے پر اس بے جان بیج میں حیات کے تمام صفات نمودار ہوجاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ماہرین حیاتیات آج تک حیات کی ایک جامع تعریف پر متفق نہیں ہو سکے ہیں۔ (۱۸)

حیات کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے

(۱) حیاۃ بالقوۃ: اس کی مثال بیج کے دانوں کی ہے، جس میں بظاہر حیات کے کوئی آثار نہیں ہوتے، مگر بالقوۃ ان میں حیات موجود ہوتی ہے۔ خلیئے (Cell) بظاہر بے جان نظر آتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں وہ بھی جاندار ہیں۔ خلیوں کی حیات اور انکے نظامِ تنفس کی انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا نے یوں وضاحت کی ہے۔

" The Process by which organism combine oxygen with food stuff molecules, diverting the chemical energy in these substances into life sustaining processes and discarding as waste products, carbondioxide and water " (۱۹)

یعنی ''وہ عمل جس کے ذریعے خلیئے آکسیجن کو خوراک کے ذرات کیساتھ ملا کر اس میں موجود توانائی کو خلیے کی حیات کیلئے استعمال کرے، اور اسکے نتیجے میں پانی اور کاربن ڈائی آکسائیڈ کو فضلے کے طور پر خارج کردے مخلیئے کا نظام تنفس''

(۲) حیات بالحرکۃ: اس سے مراد وہ حیات ہے، جس میں چلنے پھرنے بڑھنے اور حرکت کرنے کی استعداد موجود ہو، یہی خصوصیات جب حیوانات میں ہوں تو ان کے جسموں میں روح کی موجودگی کا اظہار ہوتا ہے۔ (۲۰) اور جب نباتات میں نمو (Growth) ہورہی ہوتی ہے، تو ان کیلئے حیات بالقوۃ کی اصطلاح استعمال کی جاسکتی ہے۔ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے حیات کے ان دونوں قسموں کیلئے روح حیوانی اور روح حقیقی کے الفاظ استعمال کیئے ہیں۔ (۲۱) اس تمام تفصیل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ چار ماہ سے قبل جنین کی جو نمو ہوتی ہے وہ خلوی حیات (cellular life) کے زمرے میں آتی ہے۔ اس دوران خلیے بڑھتے رہتے ہیں۔ تا آنکہ اس سے ایک مکمل اعضاء والا خوبصورت بچہ بن جاتا ہے اور چوتھے مہینے تک جب جنین کے تمام اعضاء کی تکمیل ہوجاتی ہے تو پھر اس جنین میں ایک فرشتہ اللہ کے حکم سے روح پھونک دیتا ہے اور اب اس جنین کی زندگی حیات بالقوۃ سے حیات بالحرکۃ کے مرحلے میں داخل ہوجاتی ہے۔ اب جنین ماں کے پیٹ میں باقاعدہ حرکتیں شروع کردیتا ہے اور اس میں حیات کے تمام آثار نمودار ہوجاتے ہیں، اور اب ماں اپنے پیٹ میں بچے کی حرکتیں محسوس بھی کرسکتی ہے۔ جدید علم الأجنۃ کے اصطلاح میں بچے کی ان حرکتوں کو کوئکنگ (Quickening) کہا جاتا ہے۔ (۲۲)

(حواشی)

(۱) بنی اسرائیل ۱۷:۸۵

(۲) تفسیر روح المعانی ۱۵۱:۸ (کتاب الروح:۲۷۹) (تفسیر الکشاف۔۲:۴۴)

(۳) تفسیر کبیر: ۲۱:۳۷۔۳۸

(۴) کتاب الروح :۲۴۲

(۵) تفسیر مظہری المؤمنون ۲۳:۱۳۔۱۴

(۶) کتاب الروح :۲۴۲

(۷) دیکھئے Review of Medical Embryology P:70

(۸) المؤمنون ۲۳:۱۴

(۹) تفسیر ابن عباس المؤمنون ۲۳:۱۴۔ تفسیر طبری ایضاً
تفسیر ابن کثیر ایضاً ، تفسیر کبیر ایضاً ، الدر المنثور ایضاً

(۱۰) لسان العرب زیر لفظ "ثم"۔ تفسیر معارف القرآن المؤمنون ۲۳:۱۴۔ قرآن کریم اور علم الجنین :۱۵۱

(۱۱) صحیح مسلم کتاب القدر۔ یہی حدیث کے الفاظ کے رد و بدل کے ساتھ حضرت حذیفہؓ کی روایت سے مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۷ میں بھی مذکور ہے۔ لیکن اس میں ۴۰ راتوں کیساتھ ۴۵ راتوں کا بھی ذکر ہے۔

(۱۲) صحیح مسلم کتاب القدر باب كيفية خلق الآدمى فى بطن امه ۔ یہی حدیث الفاظ کے معمولی رد و بدل کیساتھ صحیح بخاری کتاب القدر میں بھی مذکور ہے۔

(۱۳) قرآن کریم البقرۃ ۲:۲۳۴

(۱۴) دیکھئے (a) Medical Embrylogy P: 84 (b) Review of Medical Embryology P: 70.

(۱۵) دیکھئے (a) The Principal of Practice of Ultrasonography in obstetrics gynecology P:140

(ii) یہ تصویریں شعبہ اسلامیات پشاور یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی مقالہ "اعجاز القرآن" مرتبہ نثار محمد میں دیکھی جا سکتی ہے۔

(۱۶) تفسیر ابن کثیر المؤمنون ۲۳:۱۳۔۱۴ (i) The Human Devlopment P:120

(☆) جنین میں نفخ روح کے وقت کے تعین کا اسقاط حمل اور قتل جنین کے لئے فقہ میں متعین سزا اور دیت سے گہرا تعلق ہے۔ قتل یا اسقاط جنین موجب سزا کی نوعیت مجرم کے فعل کے نتیجے میں مختلف ہے۔

(۱) جنین ماں سے مردہ جدا (پیدا) ہوا ہو۔ (۲) جنین ماں سے زندہ پیدا ہوا ہو لیکن مجرم کے فعل کی بنیاد پر اس کی موت واقع ہوئی ہو۔ (۳) جنین زندہ حالت میں ساقط ہوا ہو لیکن مجرم کے فعل کے نتیجے میں مرا نہ ہو۔ (۴) حاملہ ماں مجرم کے فعل کے نتیجہ مر چکی ہو اور اس سے پہلے جنین ساقط ہوا ہو۔ فقہا کے نزدیک جنین کی پوری دیت (پانچ اونٹ یا اس کی قیمت) وصول کی جائے

گی۔ جبکہ (۱) وہ جنین مردہ حالت میں پیدا ہوا ہو۔ (۲) بصورت موت بعد از اسقاط بوجہ فعل مجرم کامل دیت وصول کی جائے گی۔ اس صورت میں مرد و عورت کے دیت کا اعتبار نہیں کیا جائیگا۔ (۳) فقہاء کے نزدیک اگر جنین مجرم کے کسی فعل کی وجہ سے ساقط ہوا ہو۔ لیکن اس کے مرنے میں مجرم کا دخل نہ ہو تو اس صورت میں اسے صرف تعزیری سزا دی جائیگی یہی سزا اس صورت میں بھی دی جائیگی۔ جب مجرم کے فعل کی وجہ سے ماں مرگئی ہو اور بعد میں جنین ساقط ہوا ہو۔ (۴) اگر حاملہ عورت مجرم کے کسی فعل کی وجہ سے مرجائے، جبکہ اسی فعل کی وجہ سے جنین ساقط ہوا ہو تو اس صورت میں مجرم پر عورت کی دیت اور جنین کی دیت دونوں بیک وقت عائد ہو جائے گی۔ (عبد القادر عودۃ کی کتاب التشریع الجنائی الاسلامی جلد دوم صفحہ ۲۸۳) اسلامی جمہوریہ پاکستان کے قانون فوجداری آرڈیننس ۱۹۹۱ء ترمیم دوم متعلق بہ قصاص و دیت کے آرٹیکل نمبر ۳۳۸۔ج بعنوان "اسقاط جنین کی سزا" میں کہا گیا ہے، کہ جو کوئی اسقاط جنین کا باعث ہو۔ تو اس صورت میں (۱) اگر بچہ مردہ پیدا ہوا ہو۔ تو دیت کے ۲۰ویں حصے کا مستوجب ہوگا۔ (۲) اگر بچہ زندہ پیدا ہوا ہو، لیکن مجرم کے کسی فعل کے نتیجے میں مرگیا ہو تو پوری دیت کا مستوجب ہوگا۔ یا (۳) اگر بچہ زندہ پیدا ہوا ہو، لیکن مجرم کے کسی فعل کے نتیجے کے علاوہ کسی اور طرح سے مرجائے تو بطور تعزیر کے کسی بھی قسم کی سزائے قید کا اتنی مدت کے لئے مستوجب ہوگا۔ جو سات سال تک ہوسکتی ہے (دیکھئے قصاص و دیت لاء بک ہاؤس لاہور ص:۲۸) یہاں اس بات کی نشاندہی بھی ضروری ہے کہ فقہاء کے نزدیک مرد کی دیت ۵ اونٹ ہیں۔ (مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو ابی بکر بن مسعود الکاسانی کی کتاب البدائع والصنائع جلد ۷: ۲۵۵)

(۱۷) انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا زیر لفظ "Life"

(۱۸) انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا زیر لفظ حیات "Life"

(۱۹) ایضاً زیر عنوان "Cellular Respiration"

(۲۰) انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا زیر عنوان "خلیئے کا نظام تنفس" "Cellular Respiration"

(۲۱) تفسیر مظہری ۶: ۳۲۹

(۲۲) دیکھئے:
(a) Review of Medical embryology P:70
(b) Medical Embryology P: 84
(c) The Developing Human PP:94-99
(d) The Human Development PP:137 - 138

(مراجع ومصادر)

(۱) قرآن کریم۔

(۲) تفسیر القرآن العظیم (تفسیر ابن کثیر) حافظ عماد الدین ابن کثیر (۷۷۴ھ) طبع کراچی

(۳) تفسیر الکشاف عن حقائق التنزیل وعیون الاقاویل، امام محمود بن عمر الزمخشری (۵۲۸ھ) طبع قاہرہ ۱۹۴۶ء

(۴) تفسیر مظہری، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، سعید کمپنی کراچی

(۵) تفسیر المقیاس من تفسیر ابن عباس (تفسیر ابن عباس) دار الکتب العلمیہ بیروت

(۶) الجامع لاحکام القرآن (تفسیر القرطبی) البی عبداللہ محمد بن احمد القرطبی (۶۷۱ھ) مطبعہ دار الکتب العربیۃ قاہرہ ۱۹۵۲ء

(۷) تفسیر روح المعانی، شہاب الدین آلوسی (۱۲۷۰ھ) مکتبہ امدادیہ ملتان

(۸) جامع البیان فی تفسیر القرآن (تفسیر طبری) ابوجعفر محمد بن جریر الطبری (۳۱۰ھ) دار المعارفۃ بیروت۔

(۹) الدار المنثور فی تفسیر الماثور، جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ) قم ایران ۱۴۰۲ھ

(۱۰) الجامع الصحیح البخاری، امام محمد بن اسماعیل البخاری (۲۵۴ھ) سعید کمپنی کراچی

(۱۱) الجامع الصحیح المسلم، امام ابوالحسین مسلم بن حجاج نیشاپوری (۲۶۱ھ) سعید کمپنی کراچی

(۱۲) مسند احمد، امام احمد بن حنبلؒ دار الفکر بیروت

(۱۳) لسان العرب، علامہ ابن منظور، نشر ادب الحوزہ قم ایران ۱۴۰۵ھ

(۱۴) التشریع الجنائی الاسلامی، عبدالقادر عودۃ دار الکتب المصریہ قاہرہ

(۱۵) قصاص و دیت لاء بک ہاؤس لاہور

(۱۶) البدائع الصنائع، ابوبکر بن مسعود الکاسانی (۵۸۷ھ) سعید کمپنی کراچی

(۱۷) انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا یونیورسٹی آف شکاگو (۱۹۸۸ء) یو ایس اے

(۱۸) اعجاز القرآن العلمی۔ نثار محمد غیر مطبوعہ پی ایچ ڈی مقالہ شعبہ اسلامیات پشاور یونیورسٹی ۱۹۹۴ء

(۱۹) دیکھئے: Medical Embryology, Jan long man, The Williams and wilkims Co, Baltimone, USA, 1975

(۲۰) دیکھئے: The Developing Human_ Keith. Moore W.B. Sounders, Co, London,1983

(۲۱) دیکھئے: Human Development, Dr Ali Al-bar Saudi publishing house Jeddah 1986

(۲۲) دیکھئے: The Prinsipal of Practice of Ultra sonography in obstitrics and gynaecology p:140, Sounders R.C / James, NewYork 1980

(۲۳) دیکھئے: Review of Medical Embryology Ben Pan sky, Mac Millan Publishing Co, Newyork 1982

مولانا سعید احمد جلال پوری
جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

یہودی مدارس میں عسکریت کی تعلیم!
اور انتہا پسند یہودیوں کا مسلمانوں کے خلاف غیظ و غضب

الحمد للّٰہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

اسلام، مسلمانوں، دین، دینی مدارس، علماء، طلبہ اور دینی تعلیم کو مطعون و بدنام کرنے، ان کے خلاف پروپیگنڈا مہم چلانے، گزگز کی زبان نکال کر ان کو بے نقط سنانے والوں اور دینی مدارس کو بند، ان میں رائج تعلیم و نصابِ تعلیم کو ختم یا تبدیل کرنے کی سفارش کرنے والے یہود و نصاریٰ، ان کے ایجنٹوں اور نام نہاد مسلمان حکمرانوں کو ذرا اس طرف بھی توجہ کرنی چاہئے کہ بی بی سی کے مطابق اسرائیل میں یہودیوں کے باقاعدہ مذہبی مدارس قائم ہیں، جہاں خالص یہودی مذہبی نصاب اور نظامِ تعلیم رائج ہے، دہاں خالص یہودی مذہبی افراد تیار کئے جاتے ہیں اور انہیں اسرائیل جیسی صہیونی اور خالص یہودی حکومت کی سرپرستی حاصل ہے۔ نہ صرف یہی بلکہ ان یہودی مذہبی مدارس میں باقاعدہ عسکریت اور سپاہ گری کی تعلیم و تربیت کا مکمل انتظام ہے اور وہاں مکمل فوجی ٹریننگ بھی دی جاتی ہے۔

سوال یہ ہے کہ اگر مسلمانوں کے دینی مدارس، ان کی خالص دینی، مذہبی، اسلامی تعلیم، نصابِ تعلیم اور پروگرام ناقابل برداشت اور ناقابل قبول ہے، تو یہودی مذہبی مدارس، ان کا یہودی مذہبی نصاب اور نظامِ تعلیم کیونکر قابل برداشت ہے؟ اگر اسرائیل اور ان کے سرپرست یہودی مدارس، ان کے نظامِ تعلیم اور نصابِ تعلیم کو ختم اور تبدیل کرنے پر زور نہیں دیتے یا ان عسکریت پسند مدارس اور ان کے کٹر بنیاد پرست مذہبی راہ نماؤں، طلبہ اور اساتذہ کے خلاف آواز نہیں اٹھاتے، تو انہیں مسلمانوں کے خالص دینی، مذہبی اور اصلاحی مدارس، ان کے نصابِ تعلیم، ان کے اساتذہ، طلبہ اور مذہبی راہ نماؤں سے کیوں پرخاش ہے؟ اور وہ ان کے خلاف کیونکر برسرپیکار ہیں؟

اگر یہودی ان مذہبی مدارس، عسکریت پسند مذہبی راہ نماؤں اور ان کے طلبہ کو اپنا مخالف نہیں سمجھتے تو نام نہاد مسلمان ممالک کے اربابِ اقتدار ان خالص اسلام پسند دینی، مذہبی، اصلاحی اداروں، مدارس، ان کے اساتذہ اور طلبہ کو اپنا مخالف کیوں سمجھتے ہیں؟ صرف اس لئے کہ یہودی اور اسرائیلی حکومت اپنے جھوٹے دین و مذہب کے ساتھ مخلص

ہیں، مگر نام نہاد مسلمان اپنے سچے دین و مذہب سے غیر مخلص یا باغی ہیں؟ اگر جواب نفی میں ہے تو بتلایا جائے کہ اس مخالفت و عداوت کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟

کہیں ایسا تو نہیں کہ یورپ، امریکا اور اسلام دشمن سپر طاقتوں کے دباؤ اور ایجنڈے کی تکمیل میں یہ سب کچھ ہو رہا ہو؟ اگر ایسا ہے اور یقیناً ایسا ہے تو کیا یہ نام نہاد مسلمان حکمران اور بے غیرت حکام ان کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ اگر مسلمانوں کے دینی مدارس اور ان کا نصاب و نظامِ تعلیم ناقابل برداشت ہے تو یہودیوں کے دینی، مذہبی، مدارس، ان کا نصاب و نظامِ تعلیم اور عسکری تعلیم و تربیت گاہیں کیونکر قابل برداشت ہیں؟ اگر مسلمان مدارس کے خلاف کریک ڈاؤن کیا جا سکتا ہے، ان پر بم برسائے جا سکتے ہیں ان کے طلبہ کو دہشت گرد، تشدد پسند کہا جا سکتا ہے، تو یہودی مدارس اور ان کے طلبہ کے خلاف یہ ''پُر وقار'' القاب کیوں نہیں استعمال کیے جا سکتے؟

الغرض اگر مسلمانوں کے دینی مدارس، جہاں فوجی تربیت، سپاہ گری اور عسکریت وغیرہ کسی قسم کی کوئی تعلیم نہیں دی جاتی، اگر یہ ہضم نہیں ہو سکتے تو جن یہودی مذہبی مدارس میں باقاعدہ عسکریت کی تعلیم و تربیت ہوتی ہے، وہ کیونکر قابل برداشت ہیں؟ اگر مسلم دینی مدارس اور طلبہ کے خلاف بولا اور لکھا جا سکتا ہے؟ ان کو بدنام کیا جا سکتا ہے؟ یا ان کے خلاف پوری دنیا میں دہشت گردی کا پروپیگنڈا کیا جا سکتا ہے تو یہودی مذہبی اور عسکریت پسند مدارس کے خلاف کیوں نہیں لکھا اور بولا جا سکتا؟ لیجئے بی بی سی اردو ڈاٹ کام کی اس سلسلہ کی خبر پڑھیے اور فیصلہ کیجئے کہ نام نہاد مسلمان حکام اور متعصب و کٹر یہودیوں کے طرز عمل میں کس قدر زمین و آسمان کا فرق ہے؟ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ گزشتہ دنوں مغربی یروشلم کے اسرائیلی مذہبی اسکول پر ایک شخص نے فائرنگ کر کے آٹھ یہودی مذہبی طلبہ کو قتل کر دیا تو اس پر پوری یہودی دنیا چیخ اٹھی، بی بی سی اردو ڈاٹ کام کی خبر ملاحظہ ہو:

''مغربی یروشلم میں ہزاروں کی تعداد میں اسرائیلی اس اسکول کے باہر جمع ہو گئے ہیں، جہاں ایک مسلح شخص کے حملے میں آٹھ افراد ہلاک ہو گئے تھے۔ یہودیوں کے مذہبی اسکول میرکز ہیراف کے باہر جمع غمزدہ لوگ اس وقت آبدیدہ ہو گئے، جب ایک یہودی رابی نے ہلاک ہونے والوں کی میتوں پر دعائیہ کلمات کہنا شروع کیے۔ بی بی سی کے نامہ نگار کرسپن تورولڈ کا کہنا ہے کہ لوگوں کی طرف سے غم کے اظہار سے اسرائیلی حکومت پر سخت ردِ عمل ظاہر کرنے کا دباؤ بڑھ گیا ہے، تاہم اسرائیل نے کہا ہے کہ وہ امن مذاکرات کو ختم نہیں کرے گا۔

اس حملے میں ملوث فلسطینی مسلح شخص اسکول کے قریب ڈرائیور کے طور پر ملازم تھا۔ پولیس نے اس شخص کی شناخت کر لی ہے اور بتایا کہ اس کا نام علاؤ الدین ابودہیم تھا اور مشرقی یروشلم کا رہائشی تھا۔ مشرقی یروشلم میں یہ واقعہ غزہ پر اسرائیلی فوجی کارروائی کے بعد پیش آیا ہے، جس میں ایک سو بیس سے زیادہ فلسطینی ہلاک ہو گئے تھے۔

ہمارے نامہ نگار کے مطابق اسرائیلی سیکورٹی فورسز اس بات کا بغور جائزہ لے رہی ہیں کہ علاؤالدین ابودہیم کا تعلق کسی مسلح گروپ سے نہیں تھا۔ لبنان میں حزب اللہ تنظیم کے قریبی ذرائع ابلاغ میں شائع ہونے والی خبروں کے مطابق فلسطینیوں کے ایک غیر معروف گروپ جلیل فریڈیم بٹالین یا الشہداء عماد مغنیہ وشہداء غزا نے اس حملے کی ذمہ داری قبول کرلی ہے۔

عماد مغنیہ حزب اللہ تنظیم کے ایک اعلیٰ اہلکار تھے اور وہ دمشق میں بارہ فروری کو ایک بم دھماکے میں ہلاک ہوگئے تھے۔

مذہبی اسکول میں ہلاک ہونے والے تمام اسرائیلی تیس سال سے کم عمر تھے۔ عینی شاہدوں کے مطابق ابودہیم اس مدرسے کی لائبریری سے اندر داخل ہوئے، جہاں اسی (۸۰) طالب علم موجود تھے، ابودہیم نے اندر داخل ہوتے ہی کلاشنکوف سے اندھا دھند فائرنگ شروع کردی۔ طالب علموں میں بھگڈر مچ گئی اور انہوں نے کھڑکیوں سے باہر چھلانگیں لگانا شروع کردیں۔ اس سے قبل کہ ایک سابق فوجی ابودہیم کو ہلاک کرتا ایک طالب علم نے ابودہیم کو دو گولیاں ماریں۔

بی بی سی کے مشرق وسطیٰ کے امور کے ماہر اور مدیر جرمی بوؤن کا کہنا ہے کہ یہ کوئی عام مدرسہ نہیں تھا بلکہ یہ عرب اردن میں یہودیوں کی آبادکاری کے نظریہ کا منبع ہے۔ اس میں زیر تعلیم زیادہ تر طالب علم مذہبی تعلیم کے ساتھ ساتھ عسکری تربیت بھی حاصل کر رہے تھے۔

جرمی بوؤن کے مطابق اس اسکول کے باہر جمع ہونے والوں میں زیادہ تر وہ لوگ شامل تھے جو پہلے ہی ایہود اولمرت کی طرف سے فلسطینیوں کے ساتھ مذاکرات کرنے کے مخالف ہیں۔" (بی بی سی اُردو ڈاٹ کام، ۷/ مارچ ۲۰۰۸ء)

ان آٹھ یہودی مذہبی طلبہ کی ہلاکت پر ایسا لگتا ہے جیسے دنیا میں کوئی بھونچال آ گیا ہو! ورنہ دنیا میں روزانہ سینکڑوں نہیں ہزاروں معصوم و بے گناہ قتل ہو رہے ہیں اور ان کو گاجر مولی کی طرح کاٹا جا رہا ہے۔ ان میں سے دینی، مذہبی، سیاسی اور مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والوں کے علاوہ جوان، بوڑھے، مردوں، عورتوں کے ساتھ ساتھ معصوم اور شیرخوار بچے بھی ہوتے ہیں مگر ان بے قصوروں کے قتل عام پر کسی کے کان پر جوں نہیں رینگتی، صرف یہی نہیں بلکہ آئے دن بم دھماکے، ۵۲ بی کی بمبارمنٹ، راکٹ لانچر اور فاسفورس بم تک گرائے جاتے ہیں، اور آنِ واحد میں ہنستے بستے گھر، بستیاں اور شہروں کے شہر کھنڈرات میں تبدیل کردیئے جاتے ہیں، مگر اس پر نہ کوئی ہنگامی صورت حال ہوتی ہے نہ ایمرجنسی لگتی ہے، نہ سیکورٹی کونسل کا اجلاس بلایا جاتا ہے اور نہ ہی اقوام متحدہ کو اس کی مذمت کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، بلکہ وہ ایک معمول کی کارروائی کہلاتی ہے، لیکن دوسری طرف اگر ایک یہودی اسکول کے آٹھ عسکریت پسند طالب علم ہلاک ہوتے ہیں تو سیکورٹی کونسل کا اجلاس طلب کرلیا جاتا ہے، اور اقوام متحدہ اس پر مذمت کرتی ہے اور ہنگامی اجلاس بلالیتی ہے، لیجئے اس سلسلہ کی خبر؟ ملاحظہ ہو:

''مقبوضہ بیت المقدس.... مقبوضہ بیت المقدس میں یہودیوں کے مذہبی اسکول پر فائرنگ کے نتیجے میں ایک حملہ آور سمیت ۹ افراد ہلاک ہو گئے ہیں، دوسری جانب اس واقعے پر شدید عالمی ردِ عمل دیکھنے میں آیا ہے اور اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے فائرنگ کے واقعے پر اظہار مذمت کرتے ہوئے ہنگامی اجلاس طلب کرلیا ہے۔ واضح رہے کہ مقبوضہ بیت المقدس میں یہودیوں کے مذہبی اسکول میں فائرنگ کر کے آٹھ افراد کو ہلاک اور پینتیس کو زخمی کر دیا گیا تھا، فائرنگ کے واقعے کے بعد اسرائیل میں سیکورٹی ہائی الرٹ کردی گئی ہے، اسرائیل نے الزام لگایا ہے کہ حملہ آوروں کا تعلق مشرقی بیت المقدس سے ہے۔''

یہودی مذہبی اسکول پر حملہ آور مسلمان ڈرائیور ابو دہیم، اس عسکری تربیت گاہ اور یہودی مذہبی اسکول کے اسلحہ بردار طالب علم کی فائرنگ سے جاں بحق ہوگیا، مگر اس کے باوجود تاحال یہودی بغض وعناد کی آگ کے شرارے فرو نہیں ہوئے انہوں نے اس کا انتقام لینے کے لئے کیا منصوبہ بنایا؟ اور یہودی مذہبی راہ نماؤں کے اس پر کیا جذبات ہیں؟ ملاحظہ ہوں:

''مقبوضہ بیت المقدس (اے پی پی) دنیا بھر میں مسلم دینی مدارس کو دہشت گردی کی آماجگاہ قرار دینے کا پروپیگنڈا کرنے والے صہیونی ملک اسرائیل کے چینل ون ٹی وی نے انکشاف کیا ہے کہ یہودیت کی تعلیم حاصل کرنے والے ۳ نوجوانوں نے اپنی درس گاہ پر حملے کا مسلمانوں سے بدلہ لینے کا منصوبہ بنالیا ہے۔ ٹی وی چینل کے مطابق تینوں یہودی نوجوان مسجد اقصیٰ سے وابستہ کسی نامور مسلمان پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ یہودی مذہبی درسگاہ پر حملے کے بعد ۳ یہودی طلباء نے اپنے منصوبے کے حوالے دو ربیوں (یہودی مذہبی عالم) سے ملاقات کی ایک ربی نے حملے کا منصوبہ بنانے والے یہودی طلباء کے لئے نیک خواہشات کا اظہار کیا، جبکہ تل ابیب کے نواحی علاقے میں رہائش پذیر ایک ربی نے منصوبے کی منظوری دے دی ہے۔ اس منصوبے کا ہدف مسجد اقصیٰ سے منسلک ایک مسلم عالم دین کو جسمانی ضرر پہنچانا ہے۔ اس ضمن میں اب تک کوئی گرفتاری عمل میں نہیں آئی، جبکہ پولیس حکام کا کہنا ہے کہ وہ یہودی درسگاہ پر حملے کے ردِ عمل میں کسی بھی واقعے کیلئے تیار ہے۔'' (روزنامہ امت کراچی، ۱۲/ مارچ ۲۰۰۸ء)

مسلمانوں کے خلاف انتہاپسندی و دہشت گردی کا ڈھنڈورا پیٹنے اور بھونڈا راگ الاپنے والے شورہ پشت یہودیوں نے اپنے چند طلبہ کی ہلاکت کا بدلہ لینے کیلئے کس انتہاپسندی، دہشت گردی کا منصوبہ بنایا ہے؟ اور اس سلسلہ میں وہ کہاں تک آگے جانے والے ہیں؟ انکے مذہبی پیشوا مسلمانوں، ان کی مقدس عبادت گاہوں اور مذہبی راہ نماؤں کو کیا مزہ چکھانا چاہتے ہیں؟ ملاحظہ ہو:

''بیت المقدس (ثناء نیوز) اسرائیل کے انتہاپسند مذہبی رہنماؤں نے حال ہی میں مذہبی اسکول پر حملہ آور کا

بدلہ لینے کے لئے مسجد اقصیٰ پر حملہ کرنے کا فتویٰ دیا ہے۔ مڈل ایسٹ اسٹیڈی سینٹر کی رپورٹ کے مطابق تین اعلیٰ سطحی مذہبی پیشواؤں نے مشترکہ طور پر جاری ایک فتوے میں کہا ہے کہ یہودی شریعت کی رو سے یہودی شہریوں کے قتل کے بدلے مخالف مذہب کے مقدس مقامات کو نشانہ بنایا جاسکتا ہے۔ شریعت کی رو سے مسجد اقصیٰ کو یہودی شہریوں کے بدلے مسمار کیا جاسکتا ہے، کیونکہ فلسطینی مسلمان بھی یہودی آبادکاروں کو نشانہ بنارہے ہیں۔ مشورے میں مزید کہا گیا ہے کہ ان کی شریعت نہ صرف مذہبی مقامات پر حملوں کی اجازت دیتی ہے بلکہ ایک عام یہودی کے بدلے دوسرے مذہب کے اعلیٰ سطحی راہنماؤں کو بھی قتل کیا جاسکتا ہے۔'' (روزنامہ جنگ کراچی، ۱۴/ مارچ ۲۰۰۸ء)

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہودی اپنے دین و مذہب، مذہبی درس گاہوں، اپنے مذہبی طلبہ اور اپنے مذہبی لوگوں کے بارہ میں کس قدر حساس ہیں؟ جو یہودی آئے دن مسلمانوں کی مقدس شخصیات، ان کے معصوم شہریوں، جوانوں، بوڑھوں، بچوں اور خواتین کو تہہ تیغ کرتے ہیں اور مسلمان آبادیوں پر بمباری کر کے ان کے شہروں کو کھنڈرات بنارہے ہیں، اگر ان کے چند طلبہ، کسی ردعمل میں مارے جاتے ہیں اور ان کا قاتل ان کی تیغ جفا سے بچ کر بھی نہیں جاسکا، مگر بایں ہمہ وہ اس قدر بپھر چکے ہیں کہ انہوں نے یک آواز ہو کر فتویٰ صادر کردیا کہ ان آٹھ عسکریت پسند مذہبی طلبہ کے بدلہ اور انتقام میں مسلمان مذہبی راہ نماؤں، ان کی مقدس عبادت گاہوں حتیٰ کہ مسجد اقصیٰ کو بھی نشانہ بنانا جائز ہے۔

اس موقع پر ہم دنیا بھر کے انصاف پسند افراد، جماعتوں، مسلمانوں، دینی مذہبی راہ نماؤں، اخبارات و میڈیا کے ذمہ داروں اور اربابِ قلم سے عرض کرنا چاہیں گے کہ اگر مسلمانوں، مسلمان مدارس، دینی، مذہبی اداروں کے خلاف یہودیوں، ان کے ایجنٹوں، ان کے وفاداروں اور ان کے نمک خواروں اور ان کے زرخرید غلاموں کی زبان وقلم حرکت میں آسکتے ہیں تو حق وانصاف کے علمبرداروں کی زبان وقلم ان یہودی مدارس کے خلاف حرکت میں کیوں نہیں آسکتے؟ صرف اس لئے کہ یہودی مدارس کو یورپ وامریکا اور سپر طاقتوں کی سرپرستی حاصل ہے؟ اور مسلمان دینی مدارس اس سے محروم ہیں؟ اگر ایسا نہیں تو آپ بھی اس حقیقت کو اجاگر کریں اور اپنی تمام تر صلاحیتوں کو حق کا ساتھ دینے کے لئے بروئے کار لائیں، یہ آپ کا دینی، مذہبی، سیاسی، اخلاقی اور قانونی فرض بنتا ہے، اگر آپ نے اس سلسلہ میں خاموشی اختیار کی تو نہ صرف یہ کہ آپ اپنا وزن ان ظالموں کے پلڑے میں ڈالنے والے ہوں گے بلکہ تاریخ میں آپ کا نام بھی ان ظالموں کی فہرست میں لکھا جائے گا۔

جناب ڈاکٹر انور ادیب

گنوادی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی

علامہ اقبال کا شعر ہے:

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمین پر آسمان نے ہم کو دے مارا

اقبال کا یہ شعر مسلمانوں کے عروج و زوال کی ایسی تصویر پیش کرتا ہے جس سے انکار ممکن نہیں' یہ مسلمانوں کے اسلاف ہی تھے جو علوم و فنون کے مشعل بردار تھے' انہوں نے علم کی شمع روشن کی تھی' اپنا علوم کے ذریعہ دنیا کی قیادت کی تھی علوم کے مختلف شعبوں میں اپنی محنت' لگن اور تحقیق سے زبردست ترقی کی تھی اور اور قدیم علوم کو اپنی تحقیقات کے ذریعہ درجہ کمال تک پہنچا دیا تھا ان کے اندر وہ ماہرین فن اور سائنس دان پیدا ہوئے' جنھوں نے صدیوں تک دنیا کی رہنمائی کی۔ بغداد بخارا' سمرقند' دمشق وقرطبہ مصر و کوفہ ہر قسم کے علوم و فنون کے مراکز تھے' یونان و روم اور ایران و ہندوستان میں مختلف علوم و فنون پر جو تحقیقی کام ہوا تھا اسے عربی میں منتقل کیا گیا' سابقہ تحقیقات و تجربات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ہر شعبہ میں نئی نئی تحقیقات وانکشافات کیئے گئے۔

امام رازی' ابن سینا' ابن رشد' فارابی' البیرونی' امام غزالی' ابن الہیثم' جابر بن حیان' محمد ادریس' محمد خوارزمی' ابوالقاسم زہراوی' جیسے سائنس داں پیدا ہوئے' جن کی کتابیں صدیوں تک یورپ کی درسگاہوں میں پڑھائی جاتی رہیں' اس کا اعتراف ہر انصاف پسند غیر مسلم سائنس دانوں اور دانشوروں نے کیا ہے' کہ یورپ کی ترقی وعروج کی بنیاد مسلمانوں کی تحقیقات وانکشافات پر رکھی گئی ہے' مشہور مستشرق جارج سارٹن نے اپنی کتاب ''اپن انٹروڈکشن آف ہسٹری آف سائنس میں اس حقیقت کا اعتراف اس طرح کیا ہے:

''انسانیت کا اہم کام مسلمانوں نے انجام دیا ہے' سب سے بڑا فلسفی فارابی مسلمان تھا' سب سے بڑا ریاضی داں ابوالکلام شجاع اور ابراہیم بن سنان مسلمان تھے' سب سے بڑا جغرافیہ داں ابوالحسن مسعودی بھی مسلمان تھا' اور سب سے بڑے مورخ طبری بھی مسلمان تھا''۔

یہ وہ وقت تھا جب یورپ سے تشنگان علم اپنی علمی پیاس بجھانے کے لئے مسلم ممالک کا رخ کرتے تھے' اور ہر فن میں مسلمانوں کی شاگردی اختیار کرتے تھے' لیکن جب مسلمانوں نے تعلیم سے منہ موڑ لیا' علم دوستی ترک کر دی'

اپنے آباد اجداد کے تحقیقی کارناموں سے غافل ہو گئے تو قعر مذلت میں جا گرے ذلت و خواری ان کا مقدر بن گئی' تاریخ ہمیں بتاتی کہ سترہویں صدی عیسوی سے مسلمانوں کا زوال اور اہل یورپ کے عروج شروع ہوا۔

آج دنیا میں مسلمانوں کی تعداد ڈیڑھ ارب ہے' لیکن دنیا کی ترقی میں ان کا کوئی حصہ نہیں' مسلم ممالک کی تعلیمی حالت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ 57 مسلم ممالک میں ان کی یونیورسٹیوں کی تعداد صرف 500 ہے گویا تیس لاکھ مسلمانوں کے لئے ایک یونیورسٹی ہے' جب کہ صرف امریکہ میں 58-57 یونیورسٹیاں ہیں' دنیا کی 500 سرفہرست یونیورسٹیوں میں ایک بھی مسلم ملک کی یونیورسٹی شامل نہیں' اس تعلیمی تقابل کو آگے بڑھائے ہوئے عیسائی اور مسلم ممالک کی تعلیمی حالت کا اور گہرائی سے جائزہ لینے سے جو حقیقت ابھر کر سامنے آتی ہے وہ بے حد افسوسناک ہے' یو این ڈی پی کی طرف سے اکٹھے لئے گئے اعداد و شمار کے مطابق عیسائی ممالک میں شرح خواندگی 90 فیصد ہے' ان میں پندرہ ممالک ایسے ہیں جن میں شرح خواندگی سو فیصد ہے۔

اس کے برعکس مسلم ممالک میں اوسطاً شرح خواندگی 40 فیصد ہے اور پوری مسلم دنیا میں ایک بھی ملک ایسا نہیں ہے جس کی شرح خواندگی سو فیصد ہو۔

یورپی ممالک میں 98 فیصد افراد ایسے ہیں جنہوں نے کم از کم پرائمری تک تعلیم حاصل کی ہوئی ہے' جب کہ مسلم ممالک میں 50 فیصد خواندہ افراد ایسے ہیں جنہوں نے پرائمری تک بھی تعلیم حاصل نہیں کی ہے' یورپی ممالک میں 40 فیصد خواندہ افراد ایسے ہیں جنہوں نے یونیورسٹی تک تعلیم حاصل کی ہے' اس کے بالکل برعکس مسلم ممالک میں 2 فیصد بھی خواندہ افراد ایسے نہیں ہے جنہوں نے یونیورسٹی تک تعلیم حاصل کی ہے۔ مسلم ممالک کے ہر دس لاکھ افراد میں سے صرف 230 افراد سائنس داں بنتے ہیں۔ اس کے برعکس امریکہ میں ہر دس لاکھ افراد میں سے ۴ ہزار اور جاپان میں ۵ ہزار سائنس داں ہیں۔ ان اعداد و شمار سے مسلم ممالک میں سائنسی علوم میں عدم دلچسپی کا اظہار ہوتا ہے۔

مسلمان تحقیق کے میدان میں بھی عیسائیوں اور یہودیوں سے بہت پیچھے ہیں' اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے' کہ پوری عرب دنیا میں کل وقتی عقیقوں کی تعداد صرف 35 ہزار ہے اور دس لاکھ عربیوں میں سے صرف 50 ٹیکنیشن ہیں جبکہ اسکے برعکس عیسائی اور یہودی ممالک میں ہر دس لاکھ افراد میں سے ایک ہزار ٹیکنیشین پیدا ہوتے ہیں۔

کسی معاشرے میں علم اور اس کے پھیلنے کا اندازہ اس میں شائع ہونے والی کتب اور اخبارات سے لگایا جاسکتا ہے' پاکستان میں ہر ایک ہزار افراد کیلئے 23 اخبارات ہیں' برطانیہ میں ہر دس لاکھ افراد کیلئے دو ہزار کتابیں شائع ہوتی ہیں' جبکہ مصر میں دس لاکھ افراد کیلئے صرف بیس کتابیں شائع ہوتی ہیں' یہ اس مصر کا حال ہے جو کبھی تہذیب و تمدن کا گہوارہ ہوا کرتا تھا۔

مسلم ممالک کی پسماندگی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ 57 مسلم ممالک کی جی۔ ڈی۔ پی تین کھرب

ڈالر سے کم ہے جب کہ صرف امریکہ میں کی جی ڈی پی بارہ کھرب ڈالر چین کی آٹھ کھرب ڈالر جاپان کی تین کھرب ڈالر اور جرمنی کی دو کھرب پاکستان ارب ڈالر ہے۔

جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا ہے 57 مسلم ممالک ہیں ڈیڑھ ارب مسلمان ہیں آبادی کے لحاظ سے یہ دوسرے نمبر پر ہیں۔ لیکن گزشتہ تین سو برسوں میں دنیا نے جو ترقی کی ہے اس میں ان کا کوئی حصہ نہیں یہودیوں کی تعدد مسلمانوں کے مقابلے میں بہت کم ہے ایک یہودی کے مقابلے میں مسلمانوں کی تعداد سو ہے اسکے باوجود یہودی مسلمانوں سے سوگنا زیادہ طاقتور ہیں اس وقت ساری دنیا میں یہودی چھائے ہوئے ہیں۔ زندگی ہر شعبہ میں انکی اجارہ داری ہے سائنس طب تجارت تعلیم میڈیا اسپورٹس خدمت خلق میں ان کی خدمات نمایاں ہیں طوالت کے خوف سے اس کی تفصیل پیش نہیں کی جارہی ہے یہودیوں کی علم دوستی اور محنت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ گزشتہ 105 برسوں میں یہودیوں نے 180 نوبل پرائز حاصل کئے ہیں جیسا کہ ڈیڑھ ارب مسلمانوں میں سے صرف تین مسلمان اس انعام کو حاصل کر سکے۔

مسلمان اپنی کثیر تعداد کے باوجود پسماندگی اور زبوں حالی کا شکار ہیں کل جو دنیا کے امام تھے آج ذلت و خواری کی زندگی گزار رہے ہیں ان کا وقار جاتا رہا اس کا سبب وسائل کی کمی نہیں بلکہ وسائل کو استعمال کرنے کی صلاحیت کی کمی ہے حالات کے تجزیہ سے ظاہر ہے کہ اس کا سب سے اہم سبب تعلیم سے عدم دلچسپی نہیں رہی انہوں نے اپنے اسلاف کی میراث کی حفاظت نہیں کی جس کے نتیجے میں ذلت وخواری ان کا مقدر بن گئی صورت حال آج بھی بدل سکتی ہے اگر مسلمان حصول تعلیم سے بھرپور دلچسپی لیں سائنس اور ٹیکنالوجی کو اپنی کھوئی ہوئی میراث سمجھ کر اسے حاصل کرنے کی کوشش کریں اور یہ سب زبردست لگن اور محنت ہی سے ممکن ہے۔

انہیں مسلمانوں کو پسماندگی کا بے حد احساس تھا انہوں نے اس پسماندگی کو دور کرنے کے لئے سائنس و ٹیکنالوجی کا حصول ضروری سمجھا۔ چنانچہ مسلمانوں کے اندر علمی شعور بیدار کرنے اور سائنس ذہن پیدا کرنے کے لئے اٹلی کے شہر ٹریسٹے میں ایک سائنسی تربیتی مرکز قائم کیا تھا۔ یہ 1964 کی بات ہے ضرورت ہے اس قسم کے سائنسی تربیتی مراکز ہر مسلم ممالک میں قائم ہوں تاکہ مسلمانوں کو سائنس وٹیکنالوجی سے رغبت ہو سائنس وٹیکنالوجی کی تعلیم کے فروغ کیلئے ایسے مراکز بے حد اہم و مفید ہیں۔

تو آیئے! اپنے اسلاف کی کھوئی ہوئی میراث کی بازیابی کیلئے علم کی اشاعت وفروغ کو وظیفہ حیات بنالیں۔

خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے۔

مولانا وارث مظہری

مسلم مخالف مغربی تحریکات اور مسلمان

مسلم مخالف مہم یا تحریک کوئی نیا مظہر (Phenomenon) نہیں ہے جیسا کہ ہماری اکثریت بالخصوص تاریخ وسماجیات سے ناواقف طبقہ سمجھتا ہے۔ اسلامی تاریخ کا پہلا ہی مرحلہ شدید ترین طور پر اس سے متاثر ہوا۔ اس سے اسلام کی راہ میں رکاوٹیں پڑیں۔ لیکن بہرحال ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس نے اسلام کو آگے بڑھنے سے روک دیا ہو۔ بلکہ اکثر اوقات بدنامی اور کردارکشی کی مہم جویانہ کوششیں ہی اسلام کے تعارف واشاعت کا ذریعہ بن گئیں۔ یہ اسلام کی معجزانہ قوت اور پیغمبر اسلام اوران کے اصحاب کی حکمت وفراست کا طبعی نتیجہ تھا۔

مسلمانوں کی قوت وشوکت کے عروج کے زمانے (700-1000.AD) میں مسیحی دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نفرت وحقارت کی آندھیاں چل رہی تھیں۔ صلیبی جنگوں کا ایک بڑا عامل یہی تھا' جیسا کہ جوزف شاخت (Legacy of Islam) اور دوسرے غیر مسلم ومسلم مؤرخین نے اس کی وضاحت کی ہے۔ البتہ صلیبی جنگوں (1096-1291) میں مسلمانوں کی فتح نے اسلام اور مسلمانوں کے تئیں اس ڈھلے ڈھلائے ذہنی رویے (Stereotypes) کو عوامی سطح پر وسیع اور مستحکم کردیا چنانچہ جو چیز پہلے ایک چنگاری کی حیثیت رکھتی تھی اس نے شعلے کی شکل اختیار کرلی۔ اس میں اس وقت کے عیسائی ادیبوں اور شاعروں نے اہم کردار ادا کیا۔ جنہوں نے اسلام' مسلمان اور مسلم دنیا سے متعلق ایسی اساطیر روایات پر مشتمل لٹریچر تیار کیا جس پر خود آج کی عیسائی دنیا حیران وپشیمان ہے۔ مثلاً عیسائی عوام کو یہ بتایا گیا کہ مسلمان مہاونڈ (محمد کی بگڑی ہوئی شکل)' ٹراوگانٹ (Tervagant) اور اپولو (Appolo) کی پرستش کرتے ہیں (تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں مذکورہ بالا کتاب کا پہلا مقالہ) خود اس وقت کی صورتحال کیا ہے اس کا اندازہ مشہور امریکہ اساس مسلم تنظیم ''کیر'' کی پچھلے سال کی ایک رپورٹ سے کیا جاسکتا ہے جو اس کی آفیشیل ویب سائٹ پر موجود ہے۔ اس کے مطابق چار میں سے ایک امریکی اسلام کے تعلق سے نہایت مخالفانہ نظریہ رکھتا ہے۔ صرف دو فیصد امریکی اسلام کی اچھی واقفیت رکھتے ہیں۔ آدھے امریکی اسلام سے متعلق منفی امیج کے حامل ہیں وغیرہ۔ ایک تازہ ترین سروے کے مطابق' برطانوی شہری مسلمانوں سے نفرت میں سب سے آگے ہیں۔

اس طرح صدیوں مغرب اسلام کی صحیح صورت سے آشنا نہ ہوسکا۔ اٹھارویں صدی کے اواخر سے مسلم دنیا کو قریب سے دیکھنے اوران کی تہذیب وعقائد سے متعلق واقفیت حاصل کرنے کا مغرب کے تعلیم یافتوں طبقوں میں رجحان

پیدا ہوا جس نے آگے چل کر باضابطہ ایک تحریک استشراق کی شکل اختیار کرلی۔ لیکن ایک طرف ذہنی اعتبار سے اس تحریک پر عیسائی تبشیر (missiionary work) کے اثرات تھے دوسری طرف سیاسی سطح پر وہ استعماری طاقتوں کا آلہ کار تھی۔ کم ازکم دوسرے پہلو کو اڈورڈ سعید کی کتاب (Oriantalism(1976 (استشراق) نے مشرق ومغرب کے غیر جانب دار علمی حلقوں میں مزید کسی بحث کے قابل نہیں چھوڑا ہے۔ استشراق اگرچہ اکثر پہلوؤں سے ایک منفی تحریک تھی تاہم اس نے مشرق ومغرب کے ایک دوسرے کو سمجھنے میں اہم رول ادا کیا۔ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اڈورڈ سعید کے بہ قول 1800 سے 1950 ڈیڑھ سو سالوں کے درمیان شرق ادنی (Near East) سے متعلق مستشرقین کی طرف سے 60,000 کتابیں لکھی گئیں (ص Oriantalism:204) ہم کہہ سکتے ہیں جنگ عظیم دوم کے بعد اہل مغرب نے اسلام کو اور مسلمانوں نے مغرب کو زیادہ سنجیدگی کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کی۔ اس کی ایک بڑی وجہ مسلم دنیا کے عوام اور دانش وروں (intellectuals) کا عالمی امن کی صورتحال کے بعد مغربی دنیا کا رخ کرنا اور سنجیدہ وغیر کشیدہ (برخلاف اسلامی ممالک کے استعمار زدہ کشیدگی ونفرت کے ماحول کے) ماحول میں مسلم مسیحی اختلاط تھا۔ لیکن 1979 میں ایرانی انقلاب نے مغرب کو دوبارہ اسلام کے تعلق سے منفیت پسندی کے رخ پر ڈال دیا۔ اس کے بعد کی دو دہائیوں کے درمیانی عرصے میں اسلام سے متعلق مصنوبہ بند زہریلی کتابیں لکھی گئیں اور اسلام کو عہد وسطی (یا مابعد صلیبی جنگ) کے خوں آشام عفریت (bloody monster) کی شکل میں پیش کیا جانے لگا۔ پھر برنارڈ لیس اور سموئل پی ہن ٹنگٹن جیسے مفکروں اور نظریہ سازوں نے نائن الیون جیسے واقعے کے ظہور میں آنے کا پورا ماحول تیار کردیا۔

موجودہ تناظر:

نائن الیون کے بعد کا منظرنامہ اسلام اور مسلمان کے لئے دور استعمال کے بعد کا سب سے بھیانک ترین منظرنامہ ہے۔ سابق امریکی صدر بل کلنٹن کا کہنا ہے کہ: عرب میں اسلام کے خلاف تعصب نے اینٹی سیماٹزم کی جگہ لے لی ہے۔ اس سے قبل کی دو دہائیوں میں اسلام کو درکنار کرنے اور مسلمانوں کو بے اثر بنانے کے لئے جو نظریہ سازی کی گئی تھی اب اسے باضابطہ طور پر نافذ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ پہلے عمل میں باضابطہ طور پر مذہبی جماعتیں شامل تھیں اب اس میں بڑے پیانے پر سیاسی وسماجی جماعتیں بھی شامل ہوگئی ہیں۔ بلکہ کئی حیثیتوں سے وہ متعصب مذہبی جماعتوں سے نتیجے کے اعتبار سے زیادہ خطرناک ہیں کیونکہ مغربی سماج میں مذہبی جماعتوں کا اثر زیادہ نہیں رہا ہے۔ اسلام کے خلاف موجودہ کوششوں میں براہ راست اسلام کو ہی نشانہ بنانے کی کوشش کی جارہی ہے جو اسلام ومسیحیت کی کشمکش کی تاریخ میں تبشیر پسند (missionary) عیسائیوں کا شیوہ رہا ہے۔ اس کی واضح مثال ہن ٹنگٹن کا بیان ہے (Class of Civilisations (1996 میں اس نے لکھا ہے:

"مغرب کے بعض لوگوں نے جس میں بل کلنٹن بھی شامل ہیں، یہ دلیل دی ہے کہ مغرب کی مشکل اسلام

نہیں ہے بلکہ پر تشدد اسلامی انتہا پسند (violent islamic extimists) ہیں جبکہ چودہ سو سالوں کی (اسلامی) تاریخ دوسرا ہی رخ پیش کرتی ہے۔ اسلام اور مسیحیت' خواہ وہ آرتھوڈاکس ہو یا مغربی' کا آپسی تعلق انتہائی کشیدہ رہا ہے۔'' (ص209)

'' مصنف آگے چل کر لکھتا ہے'' مغرب کے لئے پوشیدہ مشکل (underlying problem) اسلامی بنیادی پرستی نہیں ہے۔ بلکہ (خود) اسلام ہے' جو ایک مختلف تہذیب ہے' جس کے ماننے والے اپنی تہذیب کی برتری کے قائل (convinced of the superioritly of thier culture) اور اپنی قوت کی کمتری کے شدید احساس میں مبتلا (obsessed with inferiority of their power) ہیں'' (ص:217)

مغرب میں اس وقت جن طبقات کی طرف سے اسلام مخالف کوششیں ہو رہی ہیں' انہیں بنیادی طور پر دو خانوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے: سیکولر بنیاد پرست اور غیر سیکولر بنیاد پرست۔ اسلام مخالف سیکولر بنیاد پرستوں کی اکثریت حکومت' بیوروکریسی اقوام متحدہ کی سیاسی وثقافتی شاخوں' ملٹی نیشنل کارپوریشنوں' یونیورسٹیز' عدلیہ' تھنک ٹینکس' چیری ٹیبل فاؤنڈیشن اور ذرائع ابلاغ کے اہم اداروں سے وابستہ ہے' صحیح معنوں میں مسلمانوں کے تعلق سے اپنی خطرناکیوں میں یہ لوگ دوسرے طبقات سے بڑھے ہوئے ہیں' کیونکہ جیسا کہ اندازہ کیا جاسکتا ہے' معاشرے میں انہی کا نفوذ ہے۔ وہی حکومتی رجحانات کی بھی تشکیل کرتے ہیں اور عوامی رجحانات کی بھی۔ یہ جمہوری قدروں میں یقین رکھتے ہیں اور گفتار سے زیادہ کردار پر توجہ دیتے ہیں' بدقسمتی سے مسلمانوں کی اکثریت دائیں بازو کے پرجوش ونعرہ باز مذہبی وقومی جنونیوں (Fanatics) کی اوٹ پٹانگ حرکتوں سے متاثر ہے اور اسے ہی بڑا چیلنج تصور کرتی ہے' حالانکہ اصل چیلنج درحقیقت یہ گروپ ہے۔

غیر سیکولر اسلام مخالف طاقتوں کے ضمن میں دائیں بازو کی یہی وہ مذہبی جماعتیں آتی ہیں جن پر مغرب میں اونجیکل عیسائی جماعتوں اور عیسائی صیہونیوں (Christian Ziionists) کا غلبہ ہے۔ ہندوستان میں اس ضمن میں ہندوتو کی علم بردار جماعتیں آتی ہیں۔ حالیہ سالوں میں عالمی سطح پر انہوں نے ہی ''اسلام فوبیا'' کا ماحول پیدا کیا ہے: پیٹ روبرٹسن' ڈینیل پائپ' بیلی گراہم وغیرہ جیسے لوگوں کی کھیپ کی کھیپ پیدا ہو چکی ہے اور ہو رہی ہے۔ ان ناموں کے ساتھ بھی ڈاکٹر' پروفیسر' مقدس (Reverened) کے لاحقات لگے ہوئے ہیں جو عوام کے ذہنوں پر اثرات ڈالنے میں معاون ہوتے ہیں۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کھلی جارحیت میں یقین رکھنے والے ایسے لوگ اسلام کے مظاہر سے ہی خوف زدہ ہیں۔ چنانچہ اذان' مساجد اور اسلامی حجاب' غیر مسلم ملکوں خصوصاً یورپ اور امریکہ میں مسلمانوں کی بڑھتی تعداد ان کی بے چینی اور نفرت میں اضافہ کرتی رہی ہے۔ ابھی ہالینڈ میں قرآن پر پابندی کا مطالبہ' آسٹریا کے بعض صوبوں میں مزید مسجدوں کی تعمیر پر روک کا مطالبہ' جرمنی میں اسلام قبول کرنے کے لئے واقعات کی کثرت پر

ہیجان کا اظہار' ڈنمارک اور سویڈن وغیرہ میں کارٹون کے ذریعہ پیغمبر اسلام کا خاکہ اڑانے کی کوشش۔ ان تمام واقعات میں زیادہ تر اسی طبقے کے افراد ملوث ہیں۔

<u>اسباب:</u>

اسلام مخالف طاقتوں کی اسلام مخالف ذہنیت کے متعدد اسباب ہیں۔ سب سے اہم سبب اسلام سے متعلق مسلمانوں کا ایک مکمل نظام حیات ہونے کا عقیدہ ہے جو براہ راست مغرب کے خود ساختہ بنیادی اصولوں کی نفی کرتا ہے۔ اگرچہ مکمل نظام حیات بدقسمتی سے اپنی اصل شکل میں صدیوں سے' ہیں بھی نافذ نہیں اس کے باوجود مغرب اس کے تئیں ایک انجانے خطرے سے خوف زدہ ہے' ایک دوسرا سبب جو مغربی سیاسی لٹریچر میں بار بار دہرایا گیا ہے اور خود ہن ٹنگٹن نے بھی اپنی کتاب میں اس کا تذکرہ کیا ہے یہ ہے کہ کیمونزم کے خاتمے کے بعد سرمایہ داری کے ہوس پرستانہ نظام کو جسے مغرب نے اپنی نفع خور اور استحصال پسند ذہنیت کے تحت پوری دنیا (خصوصاً تیسری دنیا کے کمزور ملکوں) پر ٹھونس دیا ہے۔ چیلنج کرنے والی طاقت اسلام کے علاوہ کوئی اور باقی نہیں رہ گئی ہے۔ اسی طرح اسلام کی برتری کی صورت میں مذہبی مورل کوڈ کے احیا کا خوف بھی اسے ستا رہا ہے۔ بدقسمتی سے پچھلی صدی کے اواخر میں ایران یا افغانستان میں جس جذباتی انداز میں اسلام کو نافذ کرنے کی کوشش کی گئی اس نے مغرب کے اس خوف میں مزید اضافہ ہی کیا۔ اسلام اور مسلمانوں کی مخالف اور ان کو کمزور کرنے کی ذہنیت کے پس پشت ایک بڑا عامل مغرب کا اسرائیل کے ساتھ تعلق بھی ہے۔ ایک طرف یورپ اور امریکا میں اسرائیل پسند یہودی سماجی و سیاسی میدانوں میں بااثر پوزیشن رکھتے ہیں' دوسری طرف مسلمان دنیا کے قلب میں یہودی ریاست کی موجودگی مسلم خصوصاً عرب دنیا کو کنٹرول میں رکھنے کے لئے مغرب کی اہم سیاسی ضرورت ہے۔

<u>طریقہ کار:</u>

اسلام کی مخالفت میں سرگرداں یہ سیکولر اور غیر سیکولر دونوں جماعتیں اسلام کی شہرت کو داغدار کرنے اور اسے بے اثر بنانے کے لئے مختلف طریقے اپنا رہی ہیں۔ سیکولر اسلام مخالف طاقتیں اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے مختلف طرح کے سروے' تحقیق و تجزیے' میڈیا ڈسکشن' سیمیناروں کا انعقاد' کتابوں اور جرنلوں کی اشاعت' اسکول و جامعات کی نصابیات کی تیاری وغیرہ کا کام انجام دیتی ہیں' اس طرح اپنے نقطہ نظر اور فکر کو عام اور اسے لوگوں کے ذہنوں میں پیوست کرنے کے لئے دستاویزی اور تفریحی فلموں اور تھیٹر ڈراموں وغیرہ کا بھی استعمال کرتی ہیں پچھلی ڈیڑھ دہائی میں بنی ہالی وڈ کی فلموں پر ایک نظر ڈالی جائے تو اندازہ ہوگا کہ ان کی ایک تعداد اسلام مخالفت پروپیگنڈے سے متاثر ہے اور ان کا عکسی مواد اسلام کو غیر انسانی بنا کر پیش کیے جانے (Demonisation or Dehumanisation) کے پروگرام کا ایک حصہ ہے۔

اسلام مخالفین کی ایک تحقیقات و مطالعات میں ایک بڑا حصہ اسلام کے بعض پہلوؤں کی تعریف پر مبنی ہوتا ہے۔ مغرب کے بہت سے پہلوؤں پر واضح تنقید کی جاتی ہے۔ انسانی اقدار پر زور دیا جاتا ہے' تاہم یہ تمام تر انسانی اقدار کے نمونے وہی ہوتے ہیں جنہیں خود مغرب نے اپنی کارگاہ میں تراشا ہے۔ اسلئے ان میں سے کسی بھی قدر میں مکمل توازان نہیں پایا جاتا۔ (یہ الگ بات ہے کہ اس قبیل کی بہت سی انسانی اقدار آدھی ادھوری شکل میں بھی بہت سے مسلم ملکوں میں اس وقت تک نہیں پائی جاتی) اس طرح مغرب کی پچھلے چار سالوں کے درمیان فکری وتہذیبی یافت اس سے ماقبل کی ہزاروں سال کی وحی پر مبنی فکری وتہذیبی اصول ونظریات اوران کے معلوم ومحسوس نتائج پر خط تنسخ پھیر دیتی ہے۔ مغرب کے اہل حل وعقد کی اکثریت نے اس بات کوشعور کا حصہ بنا رکھا ہے کہ ''روایتی اسلام'' مغرب سے قدم ملا کرنہیں چل سکتا اسلئے اس وقت مغرب میں ایک نئے ماڈل اورڈھانچے کے اسلام کو وجود میں لانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ یہ کوشش اسی جماعت کی طرف سے ہورہی ہے۔ اصل میں مغرب کا انٹلیکچول طبقہ اس حقیقت کوخوب اچھی طرح سمجھ چکا ہے کہ اسلام یا مسلمانوں کو ختم کرنا یا مٹانا تو کجا انہیں خود مغرب کی سرزمین سے بھی بے دخل کر دینا ممکن نہیں۔ کیونکہ مسلمان مغرب کا اٹوٹ حصہ بن چکے ہیں۔ اسلئے قابل عمل بات صرف اسلام کی ایسی ہی تشریح یا تشکیل اور تنقید ہے

اس کیلئے مختلف طریقے اختیار کیے گئے ہیں مثلاً (۱) جماعتی یا علاقائی سطح پر اسلام کی تقسیمی شناخت یا زمرہ بندی' جنوب یا سینٹرل ایشیائی اسلام' شیعی اسلام' معتدل (Moderate) یا ریڈیکل اسلام وغیرہ۔ (۲) نئے فرقوں کو وجود میں لانے اور مسلمانوں کے چھوٹے موٹے اور منحرف فرقوں کی امداد اوران کوفروغ دینے کی کوشش۔

چنانچہ اس وقت مغرب سے سب سے زیادہ قریب مسلمانوں کا اسماعیلی آغا خانی فرقہ ہے۔ جو حقیقت میں اسلام سے سب سے زیادہ دور ہے۔ دوسرے نمبر پر قادیانیت۔ (۳) قدیم علماء واہل فکر کے شاذ' غیر محققانہ اقوام و تفردات کو غالب اسلامی فکر کا جز بنانے کی کوشش۔ اس وقت مغرب میں سب سے زیادہ علمی کام اعتزال اور تصوف پر ہورہا ہے۔ یہاں اس وضاحت کی ضرورت نہیں کہ دونوں ہی کا کردار اسلامی تاریخ میں مثبت اور منفی دونوں پہلوؤں پر مشتمل رہا ہے۔ لیکن مغرب کی ان کے منفی پہلوؤں پر توجہ زیادہ مرکوز ہے۔ اس طرح مثال کے طور پر محی الدین ابن عربی پر مغربی دنیا فدا ہے کیونکہ محی الدین ابن عربی کے یہاں وحدت ادیان کا تصور نمایاں ہے۔ (۴) اسلامی نظریات وافکار کی تشریح کے لئے نئی اصطلاحات (ٹرمنولوجی) کو وجود میں لانا۔ ان تمام کوششوں کا ماحصل اسلام کی حقیقی متوارث شناخت کو تحلیل (Dilute) کرنا ہے کیونکہ اسی راستے سے نئے اسلام کو وجود میں لایا جاسکتا ہے۔

حاصل کلام:

ماقبل کی اس گفتگو کے بعد فطری طور پر سب سے پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مغرب کی ان اسلام مخالف کوششوں کو ناکام بنانے کے لئے ہماری حکمت عملی کیا ہے یا کیا ہونی چاہیے۔ ایسا نہیں ہے کہ یہ حکمت عملی یا منصوبہ بندی

مغرب میں مقیم مسلمان ہی کر سکتے ہیں۔ مواصلاتی ارتقاء کے اس دور میں ایسا سوچنا اپنی عقل اور اسلامی فکر پر سوالیہ نشان لگانا ہے۔ ستم ظریفانہ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے یہاں جو لوگ اخلاص اور عمل کا جذبہ رکھتے ہیں۔ دوسری طرف ہمارے اصحاب فکر لوگوں پر مشتمل طبقے کی اکثریت یا تو بے عملی میں مبتلا ہے یا پھر ذاتی یا گروہی مفادات کی اسیر ہے' اس لئے اس کے اندر مسلم مخالف قوتوں کا شکار ہو جانے کی پوری قابلیت پائی جاتی ہے۔ ایسی ایک بہت بڑی تعداد کو سیاسی و غیر سیاسی مسلم مخالف طبقوں نے اپنے کام کے لئے خرید لیا ہے۔ ایک بہت بڑی تعداد کیلئے خود اپنے ملک اور ماحول میں کام کے مواقع نہیں ہیں۔ اور اس لئے وہ خالص اسلامی کاز کے لئے بھی غیر اسلامی ملکوں کا رخ کرنے پر مجبور ہیں۔ امت مسلمہ کی اس سے بڑھ کر بدنصیبی کیا ہوگی' ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ عربی اور انگلش کے اہم مجلات و جرائد' ویب سائٹس اور مؤقر ادارے یورپی اور امریکی ممالک سے نکالے اور چلائے جا رہے ہیں۔

ایسے میں جنوبی ایشیاء کے مسلم یا کثیر مسلم آبادی والے ملکوں کے اصحاب فکر مسلمانوں کی ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے۔ یہاں اس کے بھرپور مواقع اور میدان کار ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اس وقت اسلام مخالف طاقتوں کی اصل توجہ کا مرکز یہی خطہ بنا ہوا ہے۔ پچھلے پانچ سالوں میں (مغرب کی اصطلاح میں) ''جنوب ایشیائی اسلام'' پر جتنی کتابیں' تحقیقات و مطالعات چھپ چکی ہیں شاید پچھلی کئی دہائیوں میں بھی نہ چھپی ہوں۔ عالمی اشاعتی اداروں سے چھپنے والی کتابوں پر نظر ڈالیں۔ مسلمانوں کے دینی و سماجی اداروں کا چکر لگانے والے مغربی اسکالرز کے پروجیکٹس اور کاموں کا جائزہ لے کر دیکھیں۔ ہمیں اسلام مخالف طاقتوں کی نفسیات' ان کی منصوبہ بندیوں' ان کے کام کرنے کے انداز اور جلد یا بدیر ان کے سامنے آنے والے نتائج سے واقف ہونا چاہیے۔ اسلامی کارکنان کی جدید نسل کی فکری پرداخت اس طرز پر ہونی چاہیے کہ وہ ترجیحی بنیادوں پر عالمی سطح پر اسلام کے دفاع اور اس کے غلبے میں اپنا حصہ ادا کر سکے یہ کام مدارس کے ذریعے زیادہ بہتر طور پر ہو سکتا ہے۔ ان میں بھی خصوصیت برصغیر ہند کے مدارس کو حاصل ہے جو سرکاری دباؤ سے آزاد ہیں۔ لیکن اس کیلئے مدارس کے موجودہ نصاب میں ایسے مضامین کی شمولیت کی ضرورت ہے جن سے گزرنے کے بعد فضلائے مدارس دنیا کی جدید سماجی اور ثقافتی تبدیلیوں سے آشنا ہو سکیں۔ اور ان سے ابھرنے والے چیلنجوں کے جواب کے لئے خود کو تیار کرنے کا اپنے اندر داعیہ محسوس کر سکیں۔

آپ اپنے مضامین بذریعہ ای میل بھی بھیج سکتے ہیں:

editor_alhaq@yahoo.com

ادارہ

افکاروتاثرات ________ قارئین بنام مدیر

از حضرت مولانا مفتی فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی 'انڈیا

جناب طلعت محمود راولپنڈی

مولانا عبدالقادر حقانی ۔ مولانا اکبر رحمان'

سفرنامہ حرمین شریفین اور قارئین کے احساسات:

۲۳ر رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ بمطابق ۲۴ رستمبر ۲۰۰۸ء

گرامی مرتبت حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم ۔

لسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوں گے۔ جناب کے مدرسے کا ترجمان ماہنامہ ''الحق'' دارالسلام میں آتا ہے اور میں اس کا مطالعہ کرتا ہوں۔ آنجناب کے ۴۵ سال قبل سفر حج پر لکھی گئی ڈائری پڑھ کر ماضی کی یادیں تازہ ہوگئیں۔ میرا قیام چند سال مدینہ طیبہ میں رہا ہے' میں نے مولانا شیر محمد صاحب سندھی علیہ الرحمہ کی زیارت کی ہے' مدرسہ شریعہ کے دارالاقامہ میں' جس کے ایک کمرے میں حضرت مولانا رہتے تھے' وہیں مولانا انعام کریم صاحب کا بھی قیام تھا' یہ ۱۹۶۲ء '۱۹۶۳ء کی بات ہے۔ حضرت مولانا بدرعالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اکثر حاضری رہتی تھی۔ اصل میں حضرت مولانا بدرعالم صاحبؒ کے بیعت وارشاد کا تعلق میرے دادا حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانیؒ مفتی اول دارالعلوم دیوبند سے تھا۔ ان کی وفات کے بعد دادا صاحب کے خلیفہ حضرت قاری اسحٰق صاحب میرٹھیؒ سے تعلق قائم ہوا اور انہیں سے خلافت بھی حاصل ہوئی۔ میرے والد مرحوم قاری جلیل الرحمٰن صاحبؒ بھی حضرت قاری صاحبؒ سے ہی بیعت ہوئے اور انہیں سے خلافت ان کو بھی ملی۔

میرے والد صاحب کے بڑے بھائی حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحبؒ اور حضرت مولانا بدرعالم صاحبؒ دونوں ہم سبق تھے اور علامہ انورشاہ صاحب کشمیریؒ کے خصوصی شاگرد تھے۔ ان تمام نسبتوں کی وجہ سے حضرت مولانا بدرعالم صاحبؒ خصوصی شفقت فرماتے تھے۔

غرض آپ کی اس ڈائری نے ماضی کے سارے ورق الٹ کر دل کے تاروں کو چھیڑ دیا۔ آپ کا مضمون بار بار پڑھتا ہوں اور آنسو ہیں کہ گزرتے لمحات کو خراج عقیدت پیش کرتے رہتے ہیں۔ نگاہیں ڈھونڈتی ہیں' مدینہ طیبہ کے ان پرانے محلوں' وہاں کی گلیوں اور عمارتوں کو' اب بھی حاضری ہوتی ہے' مگر بہت کچھ بدل چکا ہے۔ مولانا سید محمود صاحب کے دولت کدے پر اکثر حاضری ہوتی تھی اور کبھی کبھی مولانا بدرعالم صاحبؒ کے یہاں ان سے شرف نیاز

حاصل ہوتا تھا' اسی زمانے میں حضرت مولانا یوسف صاحب بنوری اور حضرت مولانا مفتی شفیع صاحبؒ سے بھی شرف نیاز حاصل ہوا۔ مفتی شفیع صاحب کے بڑے بیٹے محمد رضی درجہ فارسی دارالعلوم دیوبند میں میرے ہم سبق تھے' وہ بھی حضرت مفتی صاحب کے ساتھ حج کے لئے آئے تھے۔ آپ کے مضمون سے جیسے سارا نقشہ آنکھوں میں گھوم رہا ہے۔ دل چاہا کہ اپنے تاثرات کا اظہار آپ کی خدمت میں کر کے دعاء کی درخواست کروں۔

''اسلام کا نظام حکومت وسیاست'' کتاب پر آپ کا تبصرہ بھی بہت خوب ہے۔ پاکستان کی کم ہی کتابیں ہم لوگوں کو دستیاب ہوتی ہیں۔ آپ کا رسالہ ماہنامہ ''الحق'' الحمد للہ پابندی سے ملتا ہے اس میں بڑے مفید اور قیمتی مضامین مطالعہ کے لئے مل جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو جزاء خیر عطا فرمائے اور یہ چشمہ فیض جو آپ سے جاری ہے تا دیر جاری رہے۔ دعا کی درخواست کے ساتھ رخصت ہوتا ہوں۔ والسلام (مفتی) فضیل الرحمٰن ہلال عثمانی

دارالسلام اسلامی مرکز' دہلی گیٹ مالیر کوٹلہ (پنجاب)

محترم جناب ایڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! پہلی مرتبہ آپ سے ہمکلام ہونے کا شرف حاصل ہورہا ہے' حضرت شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کا سفر نامہ دل کی گہرائیوں میں اتر رہا ہے' سلسلہ جاری رکھیں۔ نیز حضرت مدظلہ کے مزید سفرناموں کو بھی شائع کیا جائے' خاص طور سے اسپین' غرناطہ' شام' مصر کا سفرنامہ' بہت انتظار رہے گا۔ کچھ پہلے ایران کا ایک یادگاری سفر کی روداد شائع ہوئی ہے۔ کیا کتابی صورت میں شائع ہوگئی ہے؟ حضرت مدظلہ مشاہیر کے خطوط پر جو کام کر رہے تھے' معاملہ کہاں تک پہنچا ہے؟ جاننے کا بہت اشتیاق ہے۔ آخری بات' حضرت مدظلہ کی زندگی بہت ہی معروف گزری ہے' کبھی ان سے میرا بہت گہرا تعلق تھا' پھر حضرت اپنے کاموں میں مصروف ہوگئے اور میں بھی دال روٹی کے چکر میں رہا۔ وقت تیزی سے گزرتا رہا' اب معلوم نہیں کب زندگی کے دن پورے ہوجائیں' دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ آخرت اچھی کردے امین۔ ہاں میں عرض کر رہا تھا کہ حضرت سے املاء ہی کی صورت میں سوانح ضرور لکھوالیں۔ سوانح میں بہت سبق ہے آنے والی نسل کے لئے۔ انشاء اللہ۔ آپ کا بہت وقت لے لیا۔ والسلام : دعا کا محتاج طلعت محمود' راولپنڈی۔ ۲۶ ستمبر ۲۰۰۸

محترم جناب ایڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم! محترم! اس ماہنامہ الحق میں سے جن تحریروں نے مجھے بے حد متاثر کیا یا یوں کہیے کہ جن تحریروں سے میری روحانی بالیدگی میں اضافہ ہوا اور ذہنِ نارسا میں روشنی کی کرنیں پھوٹ پڑیں۔ ان میں حرمین الشریفین میں میری پہلی حاضری ''سفر عشق کا دوسرا مرحلہ'' کراچی سے درِ حبیبؐ کی چوکھٹ تک اور خاندان

کے سربراہ کی ذمہ داریاں (تربیت اولاد کا اہتمام) میرے شوق و تجسس کیلئے تازیانہ ثابت ہوئیں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کا "سفرنامہ عشق حبیب" میرے ذہن، روح اور دل تینوں پہلوؤں پر گہرے نقوش چھوڑ گیا۔ بے ساختہ علامہ اقبال کا یہ شعر یاد آیا۔

عشق دل مصطفیٰ عشق دم جبرائیل عشق خدا کا رسول عشق خدا کا کلام

سفرنامہ عشق، محض داستان عشق نہیں بلکہ ایک عالمگیر تاریخ کا وہ درخشاں باب بھی ہے جس کے بارے ہم جیسے نہ جانے کتنے لوگ بے خبر پڑے ہونگے۔ اس سفر میں مولانا موصوف نے صرف اپنے سفر حجاز کا ذکر نہیں کیا بلکہ تاریخ اسلام کے ابتدائی دور کے بے مثل شاہکاروں کو بھی اس سلیقے سے بے نقاب کیا ہے کہ قاری خود کو مولانا موصوف کے ہمراہ محو سفر محسوس کرتا ہوا آہستہ آہستہ غیر محسوس انداز سے آگے بڑھتا ہے۔ میں تو پہلے بھی دوران طالب علمی مولانا موصوف کا دل سے معترف تھا۔ اب موصوف کے اس باوصف چنگاری عشق حبیبؐ نے مجھے موصوف کا دل سے عقیدت مند بھی بنایا۔ خوش نصیب ہے وہ سینہ جس میں حضورؐ پرنورؐ کے عشق باصفا کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر موجزن ہو۔

والسلام مع الاکرام : مولانا عبدالقادر حقانی (صدر تنظیم العلماء اساتذہ) جنوبی وزیرستان

مخدومنا المکرم جناب حضرت مولانا راشد الحق سمیع صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! ماہنامہ الحق کے چند شماروں میں استاد محترم حضرت شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کا پینتالیس پہلے حاضری حرمین کا سفرنامہ پڑھ کر دل متاثر ہوا اور دیار حبیبؐ کی حاضری کی تمنا پیدا ہوئی لیکن زاد راہ ندارد امید ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اسباب مہیا فرمائیں۔

مور مسکین ہوسے داشت کہ بہ کعبہ رسد
دست برپائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

جناب مدیر الحق آپ کی خدمت میں اور حضرت الاستاد صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں پہلی عرض یہ ہے کہ اگر اس قسط وار مضمون کو کتابی شکل میں شائع کیا جائے۔ تو داشتہ بکار آئد کے بناء پر ہم جیسوں کیلئے اس میں کافی فائدہ ہوگا۔ خصوصاً جامعہ اسلامیہ کے بارے میں اور وہاں کے مشائخ کے بارے میں اسی طرح اور بھی فوائد ہیں۔

والسلام: اکبر رحمٰن بن مولانا رشید احمدؒ
تحصیل الپوری ضلع شانگلہ

جناب شفیق الدین فاروقی

دار العلوم کے شب وروز

دار العلوم کے نئے تعلیمی سال کا آغاز اور افتتاحی تقریب: الحمدللہ ۲۳ راکتوبر ۲۰۰۸ء کو دار العلوم کے نئے تعلیمی سال کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ اس سے قبل دو ہفتے تک دار العلوم کے تمام درجات میں کثیر تعداد میں داخلہ ہوا اور باوجود سخت امتحان اور قواعد وضوابط کے درس نظامی سمیت تمام شعبوں میں ڈھائی ہزار سے زائد طلباء کا اس سال الحمدللہ داخلہ مکمل ہوا۔ جن میں صرف دورہ حدیث کے طلباء کی تعداد تقریباً ایک ہزار ہے۔ افتتاح کے موقع پر دار العلوم کے تمام اساتذہ، مشائخ وطلباء ایوان شریعت (دار الحدیث) کے وسیع وعریض ہال میں جمع تھے۔ حسب سابق پہلے اجتماعی طور پر قرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا۔ پھر اس کے بعد حضرت مہتمم مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے درس حدیث ترمذی سے باقاعدہ اسباق کا آغاز کیا۔ اس موقع پر آپ نے طلباء سے فضیلت علم، علماء طلباء کی ذمہ داریاں، پابندی اوقات اور موجودہ نئے حالات میں دینی مدارس اور علماء وطلباء کو درپیش نئے چیلنجز کا مقابلہ کرنے کیلئے بھرپور علمی تیاریوں کے بارے میں نصیحت آموز اور سیر حاصل خطاب فرمایا۔ پھر نائب مہتمم حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ نے تفصیلی اور ہدایات سے بھرپور جامع خطاب فرمایا۔ آپ کے علاوہ دار العلوم کے مدرس مولانا سید محمد یوسف شاہ صاحب نے دار العلوم کے قواعد وضوابط پر روشنی ڈالی اور طلباء کو اس پر عمل درآمد کی تلقین کی۔ آخر میں شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفور اللہ صاحب مدظلہ نے جامع اختتامی دعا فرمائی۔

دار العلوم کے مخلصین کو صدمات: دار العلوم کے انتہائی مخلص اور جمعیت علماء اسلام کے سینئر رہنما صاحبزادہ مولانا عتیق الرحمان کے بڑے بھائی اور روحانی مرشد مولانا محمد ایوب ہاشمی مرحوم کے فرزند مولانا مسعود الرحمٰن گزشتہ دنوں انتقال فرماگئے۔ حضرت مولانا مدظلہ آپکے گاؤں دھمتوڑ خواجگان (ایبٹ آباد) جاکر مولانا عتیق الرحمٰن صاحب مدظلہ اور انکے دیگر پسماندگان سے تعزیت کی، اسکے علاوہ مولانا مدظلہ نے جمعیت کے ایک اور بزرگ رہنما مولانا نور محمد خطیب کی فوتگی پر انکے خاندان سے بھی تعزیت کی، اسکے علاوہ دار العلوم کے قدیم مخلص اور معاون جناب الحاج سجاول خان صاحب گزشتہ دنوں طویل علالت کے بعد انتقال فرماگئے، مرحوم دار العلوم کے ابتدائی معاونین میں سے تھے، آپ حضرت مولانا عبدالحق صاحب مرقدہ کے خاص مریدین میں سے تھے۔ مولانا مدظلہ نے ان کی نماز جنازہ تورڈھیر میں پڑھائی، اسکے علاوہ دار العلوم اور خانوادہ مولانا عبدالحق صاحب مرقدہ کے مخلص اور محب مکرم جناب ذاکر خان صاحب کے جواں سالہ فرزند کا گزشتہ دنوں انتقال ہوا۔ انکے رفع درجات کیلئے بھی قارئین سے خصوصی دعاؤں کی اپیل ہے۔

٭٭٭

ادارہ

تعارف تبصرہ کتب

نام کتاب: گلہائے رنگ رنگ (مولانا محمد بوستان القادری کے افکار و خیالات کا مجموعہ)

مرتب کتاب: محمد عمر حیات الحسینی بوسن　ضخامت: ۷۳۶ صفحات　قیمت: درج نہیں

ناشر: تحریک علماء و مشائخ جموں و کشمیر برطانیہ۔ ملنے کے پتہ: مرکزی جامع مسجد مفتی عبدالحکیم میرپور آزاد کشمیر۔ منہاج القرآن پبلیکیشنز M-365 ماڈل ٹاؤن لاہور۔

زیر تبصرہ ضخیم کتاب بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے سرزمین کشمیر کے معروف علمی خاندان کے چشم و چراغ الحاج مولانا محمد بوستان القادری کے افکار و خیالات کا مجموعہ ہے' جس کو مرتب کتاب نے انتہائی عرق ریزی سے ۲۱ ابواب میں مرتب کیا ہے۔ اس کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ اپنے مسلک پر مضبوطی کے ساتھ عمل پیرا ہونے کے ساتھ دیگر مسالک کے بارے میں اعتدال پسند تھے' آپ کے بارے میں ڈاکٹر محمد شریف سیالوی چیئرمین شعبہ عربی بہاء الدین ذکریا یونیورسٹی ملتان یوں رقمطراز ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب حضرت علامہ بوستان القادری کے افکار و آراء مشاہدات و تجربات اور بصیرت افروز خیالات کا مجموعہ ہے' عرصہ سے آپ یورپ میں مقیم ہیں' مغربی تہذیب کا عمیق درجہ مطالعہ اس کے محاسن اور معائب کا صحیح ادراک رکھتے ہیں۔ اس تناظر میں یورپ میں مقیم مسلمانوں کے مسائل اور اسلامی اقدار کے تحفظ کے بارے میں ان کے شعور و آگہی کو داد دینا پڑتی ہے۔ بین الاقوامی فکری و سیاسی منظر نامہ پر اسلام کے تعارف میں ان کی مساعی لائق تحسین ہیں اہل مغرب کے ذہن میں اسلام کے بارے میں جو شکوک و شبہات پائے جاتے ہیں۔ علامہ بوستان القادری دلیل و برہان سے اس کا ازالہ کرتے ہیں' ملت اسلامیہ زبوں حالی اور کسمپرسی کے جس دور سے گزر رہی ہے اور دہشت گردی کا لیبل لگا کر اسلامی ملکوں کو تاراج کرنے کی جو سیاست امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے شروع کر رکھی ہے اس کا علامہ صاحب خوب تجزیہ کرتے ہیں' بالخصوص اسلامی فلسفہ جہاد کو دور حاضر کی تحدیدات اور چیلنجز کے حوالے سے دہشت گردی اور فتنہ و فساد کے شکوک و شبہات کی گرد سے صاف کر کے جہاد کی حقیقت کو اس انداز سے نکھارا ہے کہ جس سے اسلام کا چہرہ امن و امان اور سلامتی عالم کا آفتاب بن کر سامنے آجاتا ہے' حضرت علامہ نے بین المسلکی اختلافات میں افراط اور تفریط سے پاک اعتدال کی روایت کو پروان چڑھایا' یہی وجہ ہے کہ تمام مسالک کے علماء کے ساتھ ان کے مراسم ہیں' اور وہ بھی انہیں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ مرتب کتاب مولانا محمد عمر حیات الحسینی نے مولانا بوستان القادری کے انٹرویوز اور مقالات کی تدوین کر کے ایک کامیاب علمی کوشش کی ہے اور ہمیں امید قوی ہے کہ علمی حلقوں میں اس کتاب کی بھرپور پذیرائی کی جائیگی۔ بالخصوص مولانا کے متعلقین کیلئے یہ کتاب ایک گنجینہ بے بہا ہے۔ کتاب پر تبصرہ میں کافی تاخیر ہوگئی جس پر مصنف سے معذرت ہے۔

ہمارا مشن
عالم اسلام کو درپیش فکری و نظریاتی چیلنجز کا مقابلہ

اعلان داخلہ
تربیت علماء کورس 2009

تربیت علماء کورس کے پہلے بیچ 2008 میں 115 علماء کرام شریک ہوئے، پہلے گروپ کی زبردست کامیابی، خاطر خواہ نتائج بہترین پذیرائی اور عہد حاضر کے تقاضوں کے پیش نظر دوسرے بیچ 2009 کیلئے داخلوں کا اعلان کیا جاتا ہے۔

شرائط داخلہ

۱) وفاق المدارس العربیہ سے درجہ عالمیہ میں ممتاز یا جید جدا کی حیثیت میں سند حاصل کی ہو۔
۲) عصری تعلیم + انگلش میں مہارت اور کمپیوٹر جاننے والوں کو ترجیح دی جائے گی۔
۳) سال ۱۴۲۸+۱۴۲۹ھ میں فارغ التحصیل ہونے والے علماء کو ترجیح دی جائے گی۔
۴) جائزہ امتحان میں کامیابی ضروری ہے، داخلے کیلئے کوئی سفارش قابل قبول نہ ہوگی۔
5) حالات حاضرہ پر نظر اور عالم اسلام کے مسائل کے ادراک کا جذبہ ہو۔

ہر شریک کورس کے لئے
ماہانہ 3500 روپے
اسکالرشپ

نوٹ: قبائلی علاقہ جات، سندھ اور بلوچستان کے پسماندہ علاقوں کے علماء کرام کے لئے شرائط میں کمی کی جا سکتی ہے

طریقۂ کار

☆ 6 نومبر 2008ء تک داخلہ فارم حاصل کر کے مطلوبہ کوائف کے ہمراہ جمع کرانا ہوگا۔
☆ داخلہ فارم کے ہمراہ 3 عدد پاسپورٹ سائز تصاویر
☆ قومی شناختی کارڈ کی کاپی
☆ اسناد (دینی و عصری) کی کاپی ضرور لف کیجئے اور اصل اسناد بھی ہمراہ لانا ضروری ہے۔

داخلے کی مکمل تفصیلات اور پراسپیکٹس کیلئے مرکزی دفتر سے رابطہ فرمائیں

مجلس صوت الاسلام پاکستان

خیابان رومی کلفٹن بلاک 5 کراچی
021-5873321

اندرون از طعام خالی دار تا بینی

نورِ معرفت

رُوحِ رمضان یہ ہے کہ روزہ دار اپنے اندرون (شکم) کو خالی رکھے تاکہ فکر و نظر اور قلب و ضمیر اللہ تعالیٰ کی پہچان کے نور سے مُنوّر رہیں۔ تکثیرِ عبادت کے لیے تقلیلِ غذا ضروری ہے۔ اس سے روحانی صحت حاصل ہوتی ہے اور جسمانی صحت بھی۔ بلندیٔ فکر یہ ہے کہ ماہِ برکات و مقدّس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد پر توجہ رہے۔ اپنی ذات کی نفی سے خدمت کا اعلا مرتبہ و مقام حاصل ہو جاتا ہے اور پھر درجاتِ انسانی معراج پاتے ہیں۔

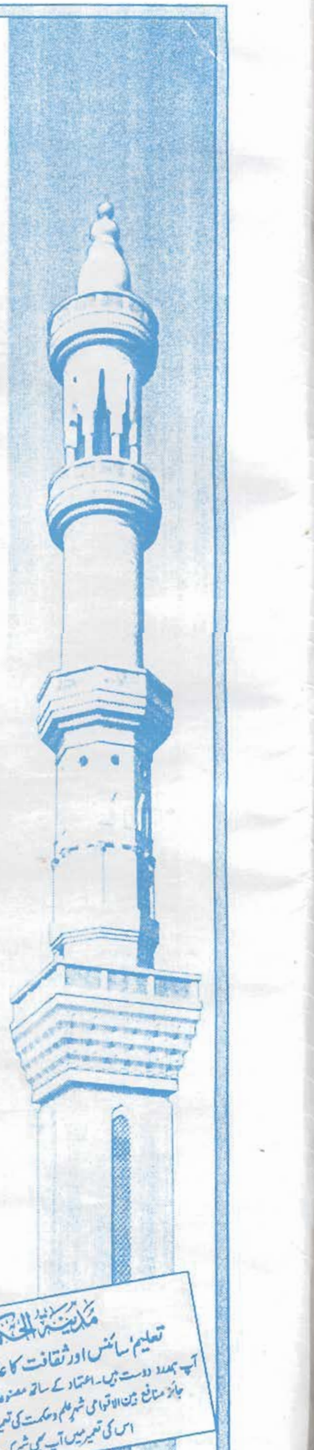

مدینۃ الحکمہ کے باغِ ہمدرد میں کاشت کردہ نباتات سے تیار شدہ "تن سُکھ" صحت اور توانائی کا ایک لطیف ذریعہ ہے۔

افطار: پانچ چھوٹے چمچے برابر تن سُکھ پانی میں ملا کر افطار کیجیے۔ خوش ذائقہ اور لطیف تن سُکھ ایک بہترین افطاری ہے۔

سحر: پانچ چھوٹے چمچے برابر تن سُکھ دودھ یا پانی میں ملا کر نوشِ جاں کیجیے۔

تن سُکھ

توانائی کا ایک لطیف ذریعہ

ہمدرد

ہمدرد نے عالمی مشروب رُوح افزا اور تن سُکھ بنایا

مدینۃ الحکمۃ

تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔
آپ ہمدرد دوست ہیں۔ اعتماد کے ساتھ مصنوعاتِ ہمدرد خریدتے ہیں۔
جائز منافع بین الاقوامی شہرِ علم و حکمت کی تعمیر میں لگ رہا ہے۔
اس کی تعمیر میں آپ بھی شریک ہیں۔

حق تعالیٰ جلّ شانہٗ پاکستان کو مستحکم و دائم فرمائیں۔ عظمتیں اور رفعتیں عطا فرمائیں۔

آپ کا ہمدرد ــــ ملک و ملت کا ہمدرد ــــ پاکستان کا ہمدرد

ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کیجیے:
www.hamdard.com.pk

Adarts-HTS-14/97(R)

Regd No P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

رمضان المبارک کی مناسبت سے معاونین جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے ایک ضروری

اپیل

محترم! دارالعلوم حقانیہ کی علمی، ملی ودینی ہمہ گیر خدمات سے بحمد للہ آپ بخوبی واقف ہیں اور موجودہ پُرفتن دور میں ایسے مرکزِ علوم رسالت کی اہمیت وضرورت بھی آپ پر مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دعوت وتبلیغ، تعلیم وتدریس، اصلاح وارشاد اور جہاد کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی ذمہ داری ملک وبیرون ملک فضلائے حقانیہ نے نہ سنبھالی ہو۔ صرف ایک جہاد افغانستان کو لیجئے تو دارالعلوم کے ہزاروں فضلاء اور طلباً نے اس صدی کے عظیم جہاد میں قائدانہ کردار ادا کیا جو تمام معاونین کے لئے تاقیامت صدقہ جاریہ بن رہا ہے۔

جامعہ حقانیہ اپنے تمام ترقی پذیر شعبوں میں خطیر مصارف (جو کہ تعمیراتی اخراجات کے علاوہ سالانہ واجبی مصارف دو کروڑ سے متجاوز ہیں) کا محتاج ہے جبکہ دارالعلوم حکومتوں کے تعاون سے بھی بالکل بے نیاز ہے اور نہ ہی اس کے باضابطہ مستقل سفراء ہیں، صرف اور صرف آپ جیسے حساس دردمند اہل خیر معاونین کے مالی تعاون سے یہ سارا کارخانہ علوم نبوت چل رہا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار تک طلباً علوم نبویہ سے ہر سال مستفید ہوتے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں آپکی توجہات کی مزید شدت سے ہمیں ضرورت ہے کہ خود اور اپنے زیر اثر حلقہ احباب واہل خیر میں بھی دارالعلوم کے مالی تعاون کیلئے سعی فرمائیں اور اللہ کے دین کے فروغ اور حق کی بالادستی کے لئے کوشاں اس ادارہ کی پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہر ممکن تعاون اور سرپرستی سے ممنون فرمائیں۔ **واجرکم علی اللہ۔**

ترسیل زر کا پتہ

(مولانا) سمیع الحق

مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

اکاؤنٹ نمبرز: ☆ یونائیٹڈ بینک لمیٹڈ اکوڑہ خٹک 7-0001-100 برانچ کوڈ 0288

☆ نیشنل بینک آف پاکستان اکوڑہ خٹک 5 - 17 ☆ مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ 6 - 1102

☆ یو بی ایل نوشہرہ فارن کرنسی اکاؤنٹ نمبر 1180024-2 ای میل editor_alhaq@yahoo.com